المجموع شرح المهذب میں امام النووی کا منہج

محمد ضیاء الحق[محترم]

تاریخ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں مدون ہونے والے فقہی مجموعے نہ صرف قانون سازی کے ضمن میں مسلمانوں کی بہترین کوششوں کی عکاسی کرتے ہیں، بلکہ اظہار رائے کی آزادی اور اختلاف فکر کی اسلامی روایت کی قابل تقلید مثال بھی ہیں۔ فقہی آرا کے اظہار میں مکمل آزادی کے بغیر فقہ اسلامی کی عظیم الشان تدوین مکمل نہ ہوتی۔ مسلمان فقہا اگرچہ مختلف فقہی مکاتب فکر سے منسلک تھے، لیکن اپنی فقہی آرا کے اظہار میں نہ صرف فکری آزادی کو استعمال کرتے ہوئے اجتہاد کرتے تھے، بلکہ ان کی یہ بھی کوشش ہوئی تھی کہ اختلاف رائے اختلاف امت میں تبدیل نہ ہو۔ حجاز میں مدون ہونے والی فقہ مالکی کا دار مدار حدیث پر تھا، جب کہ عراق میں پروان چڑھنے والی فقہ حنفی میں رائے کو اہمیت حاصل تھی۔ ان دونوں کے درمیان میں راہ وسط کو اختیار کرنے کی خاطر فقہ شافعی وجود میں آئی۔ امام الشافعی (ت ۲۰۱ھ) نے مالکی فقہ اور حنفی فقہ کے اصولوں میں بُعد کو دور کرنے کے لیے **الرسالة**[۱] تحریر کی۔ **الرسالة** بلاشبہ اصول فقہ میں پہلی تصنیف ہے؛ امام الشافعی ہی نے **الأم**[۲] تصنیف کی۔ امام الشافعی کی ان تصانیف کے ساتھ ہی فقہ شافعی میں تصنیف و تالیف کی کئی صدیوں تک جاری رہنے والی عظیم الشان روایت کا آغاز ہوا۔ چناں چہ امام المزنی[۳] نے **المختصر في فروع الشافعية**[۴] تحریر کی۔ ابن المحامل[۵] نے

[محترم] پروفیسر شریعہ و اسلامک لا، ڈائریکٹر جنرل، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔
(muhammad.ziaulhaq@iiu.edu.pk)

۱۔ دیکھیے: ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عثمان الشافعی، **الرسالة**، تحقیق احمد شاکر (مصر: مكتبة الحلبي، ۱۹۴۰ء)، ۱۲۔

۲۔ **الأم** امام شافعی کی تصانیف کی معراج ہے۔ امام شافعی نے یہ کتاب اپنے شاگردوں کو مصر میں اپنے عمر کے آخری سالوں میں املا کروائی تھی۔ اس کتاب کو امام شافعی سے ربیع نے روایت کیا ہے۔

۳۔ اسماعیل یحییٰ بن اسماعیل، ابراہیم المزنی، امام شافعی کے قریبی ساتھی اور فقہ شافعی کے عظیم ائمہ میں سے ہیں۔ ان کا تعلق مصر سے تھا۔ ۱۷۵ھ / ۷۹۱ء میں ولادت ہوئی اور ۲۶۴ھ / ۸۷۸ء میں ان کی وفات ہوئی۔

۴۔ دیکھیے: اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل ابو ابراہیم المزنی (ت ۲۶۴ھ)، **مختصر المزني في فروع الشافعية**، حواشی محمد عبد القادر شاہین (لبنان: الكتب العلمية، ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء)۔

۵۔ احمد بن محمد احمد القاسم الضبیی ابو الحسن المحاملی فقہ شافعی کے ائمہ میں سے ہیں۔ ان کی مشہور تصانیف میں **تحرير الأدلة** اور **المقنع في فقه الشافعية** شامل ہیں۔ ابن المحامل بغداد میں ۳۶۸ھ / ۹۷۸ء میں پیدا ہوئے اور ۹۷۸ھ / ۱۰۲۴ء میں وہیں پر ان کی وفات ہوئی۔

كتاب اللباب في الفقه الشافعي تحریر کی۔ امام الماوردی[۶] نے فقہ شافعی کی اس تصنیفی روایت میں **الامتناع في الفقه الشافعي** اور **الحادي الكبير في فقه مذهب الإمام الشافعي**[۷] تصنیف کر کے حصہ ڈالا۔ فقہ شافعی کے اس علمی ذخیرے میں نمایاں اور بہترین اضافہ امام الشیرازی (ت ۴۷۶ھ) نے **التنبيه**[۸] اور **المهذب في فقه الإمام الشافعي** لکھ کر کیا۔

المهذب کی حیثیت فقہ شافعی کے مصادر میں بہت نمایاں ہے، لیکن اس سے استفادے کے لیے ضروری تھا کہ اس پر مزید تحقیق کر کے اس کی ایسی شرح لکھی جاتی جس سے فقہ شافعی کے احکام کو سمجھنے میں مدد ملتی۔ اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے **المهذب في فقه الإمام الشافعي** کی امام النووی نے **المجموع** کے نام سے مبسوط اور جامع شرح تحریر کرنے کا کام شروع کیا۔ امام النووی کے اس علمی کام کو امام السبکی[۹] اور محمد نجیب المطیعی نے امام النووی کے منہج کے مطابق مکمل کیا۔ **المجموع**[۱۰] فقہ اسلامی کے دوائر المعارف میں سے ہے۔ **المجموع**

۶۔ ابو الحسن علی بن محمد بن جیب البغدادی، البصری الماوردی کے نام سے مشہور ہیں۔ فکر اسلامی اور فقہ شافعی کے ائمہ میں سے ہیں۔ ۳۶۴ھ / ۹۷۴ء میں ان کی ولادت ہوئی اور ۴۵۰ھ / ۱۰۵۸ء میں وفات ہوئی۔

۷۔ **الحاوي الكبير** امام المزنی کی **المختصر** کی شرح ہے۔ امام الماوردی کی اس تصنیف پر جو مخطوط کی صورت میں محفوظ تھی، الشیخ علی محمد معوض اور الشیخ عادل احمد عبدالموجود نے تحقیق کی۔ اسے دارالكتب العلمية بیروت لبنان سے ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۱ء میں شائع کیا گیا۔

۸۔ ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الشیرازی، **التنبيه في الفقه الشافعي** (عالم الكتب)۔

۹۔ ابو نصر تاج الدین عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی السبکی (۷۲۷ھ–۷۷۱ھ) شافعی فقیہ، مؤرخ اور دمشق کے قاضی القضاۃ ہیں۔ قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں **طبقات الشافعية الكبرى والوسطى والصغرى**، **جمع الجوامع في أصول الفقه** وغیرہ معروف ہیں۔

۱۰۔ **المجموع** کی حیثیت فقہی مصادر میں امام شافعی (محمد بن ادریس الشافعی ت ۲۰۴ھ) کی **الأم**، امام السرخسی (محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمہ ت ۴۸۳ھ) کی **المبسوط**، ابن حزم (علی بن احمد سعید بن حزم الاندلسی ت ۴۵۶ھ) کی **المحلى بالآثار** اور ابن قدامہ (ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد ت ۶۲۰ھ) کی **المغني** کی سی ہے۔ فقہ اسلامی کے عظیم الشان ادب کے یہ شاہ پارے ہیں اور فقہ اسلامی کے مختلف مذاہب کے نمائندہ اور معتبر مصادر ہیں۔ ان شاء اللہ **المجموع** کی طرح **الأم**، **المحلى**، **المغني** اور **المبسوط** کے مناہج پر مشتمل مقالات کو بھی فکر و نظر میں شامل اشاعت کیا جائے گا تاکہ محققین اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

اور اس کے مقدمے کی اہمیت کے پیش نظر کئی محققین نے اس فقہی ذخیرے پر تحقیق کو اپنی کاوشوں کا مرکز و محور بنایا ہے۔

احمد عبد العزیز الحداد نے ڈاکٹر عبد العزیز الحمیدی کی زیر نگرانی ام القری یونی ورسٹی مکہ مکرمہ میں ۱۴۰۹ھ میں **الإمام النووي و أثره في الحديث و علومه** کے عنوان سے ماجستیر کا مقالہ لکھا۔ اس مقالے کے ایک جز میں ایسی چوبیس احادیث کا ذکر ہے جن پر امام النووی نے **المجموع** میں صحیح، حسن اور ضعیف ہونے کا حکم لگایا۔ مقالہ نگار حدیث کا ذکر کر کے اس پر امام النووی کے لگائے ہوئے حکم کا ذکر کرتے ہیں پھر اس کی تخریج کرتے ہیں پھر اس کی سند کا مطالعہ کر کے امام النووی کے لگائے ہوئے حکم کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں۔

عطوۃ محمد القریناوی نے پروفیسر طالب حماد ابو شعر اور پروفیسر سالم احمد سلامہ کی زیر نگرانی **منهج الإمام النووی في تضعيف الأسانيد من خلال كتابه المجموع** کے عنوان سے پی ایچ ڈی کا مقالہ ۱۴۳۶ھ میں جامعہ غزہ سے تحریر کیا۔ اس مقالے میں مقالہ نگار نے ایسی ۳۰۰ احادیث کا مطالعہ کیا، جنھیں امام النووی نے ضعیف احادیث قرار دیا تھا۔

عادل ابراہیم محمد احمد نے **منهج الإمام النووي في تحسين الأسانيد من خلال كتابه المجموع شرح المهذب** کے عنوان کے تحت علوم حدیث میں پی ایچ ڈی کے لیے جامعہ غزہ میں ۲۰۱۵ء میں اپنا مقالہ پروفیسر اسماعیل سعید رضوان کی زیر نگرانی مکمل کیا۔ فالح مازن مہیدات نے **منهج الإمام النووي في أعمال القواعد الأصولية في كتابه المجموع شرح المهذب** کے نام سے جامعہ الیرموک الاربد، الاردن میں ۱۹۹۸ء میں فقہ و اصول فقہ میں ماجستیر کے لیے مقالہ ڈاکٹر عبد الرؤف خرابشہ کی زیر نگرانی مکمل کیا، علمی ڈگریوں کے حصول کے لیے تحریر کیے گئے تحقیقی مقالات کے علاوہ **المجموع** کے حوالے سے کئی کتابیں بھی تحریر کی گئی ہیں۔ محمد تامر نے **مقدمة الإمام النووي لكتاب المجموع شرح المهذب** پر الگ تحقیق کر کے ۱۹۹۹ء میں قاہرہ سے شائع کیا۔ امام النووی نے **المجموع** کے مقدمے میں فتوے کے آداب اور مفتی اور مستفتی کے ضمن میں فقہی احکام کو بھی شامل کیا۔ اس ضمن میں Norman Calder نے ایک تحقیقی مقالہ بہ عنوان

Al-Nawawi's Typology of Muftis and its Significance for a General Theory of Islamic Law

تحریر کیا ہے۔ یہ مقالہ تحقیقی مجلے *Islamic Law & Society* کے Vol 3, No.2 میں ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا۔ امام النووی نے مقاصد شریعہ کو اپنی کتاب **المقاصد: مایجب معرفته من الدین** میں بیان کیا ہے۔ امام النووی کے مقاصد شریعہ کو *Al-Maqāṣid: Nawawī's Manual of Islam* کے نام سے ترجمہ اور تحقیق کر کے انگریزی میں Nuh Ha Mim Keller نے Amana Publication کے زیر اہتمام شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں فقہ شافعی کی انگریزی میں مشہور کتاب Reliance of the *Traveller: A classical Manual of Islamic Sacred Law* سے شرح کو شامل کیا گیا ہے۔ Relience of the Traveller احمد ابن نقیب المصری[۱۱] کی کتاب **عمدة السالک وعدة الناسک**[۱۲] کا انگریزی ترجمہ ہے۔ ابو عبداللہ محمد بن شرمان الرملی نے **المجموع** میں امام النووی نے جن احادیث کے درجات مرتب کیے ہیں ان پر تحقیق بہ عنوان **کتاب اللؤلؤ المصنوع في الاحادیث التي حکم علیها الإمام النووي في کتابه المجموع** تحریر کی۔ اس کتاب کو دار رمادی (دمام) نے ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء کو شائع کیا۔ اس کتاب میں مؤلف نے صرف ان احادیث کا ذکر کیا ہے جن پر امام النووی نے حکم لگایا لیکن اس کتاب میں ان احادیث کی تخریج شامل نہیں ہے۔ ناصر بن سعود السلامۃ نے **الأحادیث و الآثار التي حکم الإمام النووي علیها في کتبه** تحریر کی۔ یہ کتاب دار اطلس ریاض نے ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء میں شائع کی۔ اس کتاب میں مؤلف نے امام النووی کی سولہ کتابوں بہ شمول **المجموع** میں موجود احادیث اور آثار کو حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا۔ اس کتاب میں بھی مؤلف نے صرف احادیث اور امام النووی کی کتابوں میں جس جگہ یہ احادیث مذکور ہیں ان کا ذکر کیا ہے، لیکن ان احادیث پر حکم نہیں لگایا۔

۱۱۔ احمد بن لؤلؤ بن عبد اللہ الرومی (ت ۷۶۹ھ/۱۳۶۸ء) ابن نقیب کے نام سے معروف ہیں ان کے والد انطاکیہ کے رومی عیسائی تھے جو مسلمان ہو گئے اور ان کی تعلیم وتربیت مسلمانوں کے ہاں ہوئی اور ان کو نقیب کا منصب دیا گیا۔

۱۲۔ دیکھیے: ابن نقیب، **عمدة السالک و عدة الناسک** (قطر: الشوؤن الدینیة، ۱۹۸۲)۔

ان تحریروں کی موجودگی میں مقالہ ہذا کے لیے **المجموع** میں امام النووی کے منہج کو موضوع بحث بنایا گیا ہے، تاکہ قرون وسطی کے سنہری دور میں فقہاے اسلام کے نمائندہ منہج کا اس طرح تطبیقی مطالعہ کیا جاسکے کہ عصر حاضر میں تحقیق کرنے والے کلاسیکی اسلامی مناہج کی تطبیقات کو جان سکیں۔ مقالہ ہذا کو تین اجزا میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مقالے کے پہلے حصے میں امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ اور **المهذب** کا تعارف کروایا گیا ہے نیز **المهذب** کی فقہی مصادر میں حیثیت کو واضح کیا گیا ہے۔ مقالہ کے دوسرے حصہ میں امام النووی کے حالات زندگی اور علمی کارنامے بیان کیے گئے ہیں جب کہ اس مقالہ کے آخری جز میں **المجموع** کی تدوین میں امام النووی کے منہج کا تطبیقی مثالوں کے ساتھ مطالعہ کیا گیا ہے۔

۱۔ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی تصنیف المهذب

فقہ شافعی کے جلیل القدر امام ابراہیم بن علی بن یوسف بن عبداللہ الشیرازی الفیروز آبادی ایک عظیم الشان فقیہ کے طور پر معروف ہیں۔ ان کی کنیت ابو اسحاق تھی۔ فقہ شافعی کے عالم با عمل فیروز آباد (فارس) میں ۳۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم فیروز آباد میں ہی حاصل کی اس کے بعد شیراز آ گئے۔ وہاں انھوں نے علوم دینی میں تفقہ حاصل کیا نیز اپنے آپ کو شیراز سے منسوب کیا۔ اس لیے آپ الشیرازی کے لقب سے مشہور ہیں۔[۱۳] امام الشیرازی نے فارس میں تعلیم و تربیت علی ابی الفرج بن البیضاوی[۱۴] سے حاصل کی، جب کہ بصرہ میں انھوں نے امام الجوزی[۱۵] سے علوم دینیہ میں مہارت حاصل کی۔[۱۶] امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ ۴۱۵ھ

۱۳۔ ابوزکریا محی الدین یحیی بن شرف النووی، تهذیب الأسماء و اللغات (بیروت: دار الکتب العلمیه)، ۲: ۱۷۲؛ تاج الدین عبدالوہاب بن تقی الدین السبکی (ت ۷۷۱ھ)، طبقات الشافعية الكبرى، ۲: ۱۷۲، محقق محمود محمود الطناجی، عبدالفتاح محمد الحلو (دار هجر للطباعة و النشر و التوزیع، ۱۴۱۳ھ)، ۴: ۲۰۵۔

۱۴۔ ابوعبداللہ، محمد بن محمد بن محمد ابن عبداللہ بن احمد بن محمد البیضاوی، ایک فاضل شافعی فقیہ تھے۔ عبدالملک بن ابراہیم الہذانی کہتے ہیں کہ میں نے ان جیسا ذہین انسان نہیں دیکھا۔

۱۵۔ نفس مصدر۔

۱۶۔ ابو زکریا یحیی بن شرف النووی، المجموع شرح المهذب للشيرازي، ت، محمد نجيب المطيعي (بیروت: دارإحياء التراث العربي، ۲۰۰۱ء)، ۱: ۴۳۔

میں بغداد آ گئے اور ابو طیب طاہر بن عبداللہ الطبری[۱۷] کے ہاں زانوے تلمذ طے کیا۔ انھوں نے ابو بکر البرقانی[۱۸] اور ابو علی بن شاذان[۱۹] سے علم حدیث حاصل کیا، جب کہ ابو الفرج محمد بن عبید اللہ الخرجوشی سے فقہ شافعی کی کتب کے دروس لیے۔ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں بغداد میں سویا ہوا تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ تک آپ کی کئی احادیث راویوں کے ذریعے پہنچی ہیں، لیکن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست روایت کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں تاکہ دنیا میں یہ شرف حاصل کر لوں اور آخرت میں بھی یہ میرے کام آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یاشیخ" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام 'الشیخ' رکھا اور اس لقب سے مخاطب کیا۔ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ اس خواب سے بہت خوش تھے۔ اسی بنا پر امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کو فقہ الشافعی میں الشیخ کے لقب سے مخاطب کیا جاتا ہے۔[۲۰]

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے زہد و تقوے کے حوالے سے امام النووی نے نقل کیا ہے:

كان زهدًا، ورعًا، متواضعًا، ظريفًا، كريمًا، سخيًا، جوادًا، طلق الوجه، دائم البشر، حسن المحاورة، مليح المجاورة، وكان يحكي الحكايات الحسنة، والأشعار المليحة وكان يحفظ منها كثيرًا كان يضرب به المثل في الفصاحة.[۲۱]

۱۷۔ قاضی طاہر بن عبد اللہ الطبری ابو طیب کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کا تعلق طبرستان سے تھا لیکن بغداد میں آ کر آباد ہو گئے۔ الکرخ میں قضا کے منصب پر فائز رہے۔ ۳۴۸ھ / ۹۶۰ء میں پیدا ہوئے اور ۴۵۰ھ / ۱۰۵۸ء میں ان کی وفات ہو گی۔

۱۸۔ ابو بکر احمد بن محمد بن احمد بن غالب المعروف بالبرقانی (۳۳۶ھ–۴۲۵ھ) حدیث کے عالم تھے۔ آپ خوارزم کے تھے لیکن پھر بغداد چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔

۱۹۔ الحسن بن احمد بن ابراہیم بن الحسن ابن شاذان (۳۳۹ھ–۴۴۵ھ) بغدادی محدث ہیں۔ آپ کی تصانیف میں حدیث شعبة بن الحجاج، الشيخة الصغيرة وغیرہ شامل ہیں۔

۲۰۔ النووی، تهذيب الأسماء، ۲: ۱۷۳؛ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز الذہبی (۷۴۸ھ)، سير أعلام النبلاء، المحقق مجموعة من المحققين بإشراف الشيخ شعيب الأرناؤوط (بيروت: موسسة الرسالة، ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء)، ۱۸: ۴۵۲، ابو الفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر (ت ۷۷۴ھ)، طبقات الشافعيين، تحقیق احمد عمر ہاشم، محمد زینھم محمد عزب (مكتبة الثقافة الدينية، ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۳ء)، ۱: ۴۶۲۔

۲۱۔ النووی، تهذيب الأسماء، ۲: ۱۷۳۔

آپ زاہد، صاحب ورع، متواضع، بذلہ سنج، کریم النفس، سخی، کشادہ دست، خندہ جبیں، ہنس مکھ، خوش گو اور شگفتہ ہم نشین تھے۔ عمدہ قصے اور دل چسپ اشعار بیان کرتے تھے۔ جن میں سے بہت سی چیزیں انھیں ازبر تھیں۔ فصاحت میں آپ کی مثال پیش کی جاتی تھی۔

امام النووی کے بہ قول امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ دینی علوم و فنون کے ماہر تھے۔ انھوں نے بہت سی مفید تصانیف تحریر کیں۔ آپ ایک ایسے عابد اور زاہد تھے جو دنیا سے کوئی غرض نہیں رکھتے تھے۔ ان کی نظر صرف آخرت پر تھی۔ انھوں نے اپنے آپ کو دین اسلام کی نصرت و تائید کے لیے وقف کیا ہوا تھا۔[۲۲]

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ طلبہ کے لیے مرجع خاص تھے۔ تمام علاقوں سے طلبہ ان سے کسب فیض اور فتوی لینے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ وہ مناظرے کے ماہر تھے۔ وزیر نظام الملک[۲۳] نے ان کے لیے دریاے دجلہ کے کنارے المدرسۃ النظامیۃ قائم کیا اور وہ اس مدرسے میں اپنی وفات ۴۷۲ھ تک درس دیتے رہے۔ امام الشیرازی کا انتقال بغداد میں ہوا۔ ان کی نماز جنازہ امیر المومنین المقتدی بامر اللہ[۲۴] نے پڑھائی اور انھیں ابرز کے مقبرے میں دفن کیا گیا۔

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمدان، نیساپور اور بغداد وغیرہ میں درس حدیث دیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں حافظ ابو بکر الخطیب،[۲۵] ابو الولید الباجی،[۲۶] امام ابو عبد الحمیدی،[۲۷] ابو القاسم السمرقندی،[۲۸] اور

۲۲۔ النووی، المجموع، ۱: ۴۳؛ النووی، تہذیب، ۲: ۱۷۳۔

۲۳۔ الحسین بن علی بن اسحاق الطوسی قوام الدین نظام الملک کے لقب سے مشہور ہیں۔ وہ الب ارسلان اور ملک شاہ کے تقریباً ۳۰ سال وزیر رہے۔ اہل علم سے ان کا گہرا تعلق تھا۔ ۴۰۸ھ / ۱۰۱۸ء میں ان کی پیدائش ہوئی اور ۴۸۵ھ / ۱۰۹۲ء میں ان کی وفات ہوئی۔

۲۴۔ ۴۶۸ء میں خلیفہ القائم بامر اللہ کی وفات کے بعد ابو القاسم عبد اللہ بن الذخیرہ القائم بأمر اللہ المعروف المقتدی بامر اللہ کی بہ طور خلیفہ بیعت کی گئی۔ وہ ۱۹ر سال خلیفہ رہے اور ان کی وفات ۴۸۷ھ میں ہوئی۔ ان کے بیٹے اور ولی العہد المستنظہر باللہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

۲۵۔ ابو بکر احمد بن عبد الحمید بن علی بن ثابت المعروف بالخطیب البغدادی، معروف مؤرخ ہیں جن کی تاریخ مشہور ہے۔

۲۶۔ ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی (۴۰۳ھ – ۴۷۴ھ) مالکی فقیہ، محدث، قاضی اور اندلسی شاعر ہیں۔

۲۷۔ ابو عبد اللہ محمد بن ابی نصر الحمیدی الاندلسی (۴۲۰ھ – ۴۸۸ھ)، امام حافظ اور ظاہری فقیہ ہیں۔

۲۸۔ ابو القاسم اسماعیل بن احمد السمرقندی (م ۵۳۶ھ) محدث اور فقیہ ہیں۔ دمشق میں پیدا ہوئے۔

ابوالبدر ابراہیم بن محمد الکرخی (۲۹) اور دیگر کئی علما شامل ہیں۔ (۳۰) الموقف حنفی نے انھیں امیر المومنین فی الفقہ قرار دیا ہے۔ (۳۱) قاضی القضاۃ ابوالحسن الماوردی کا کہنا ہے کہ میں نے ابی اسحاق کی طرح کا عالم نہیں دیکھا۔ اگر امام شافعی ان کو دیکھتے تو یقیناً ان کی تعریف کرتے۔ (۳۲)

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی اہم کتابیں تحریر کی ہیں۔ ان کتابوں میں التنبیه، (۳۳) **التبصرة في أصول الفقه،** (۳۴) **طبقات الفقهاء،** (۳۵) **اللمع في أصول الفقه** (۳۶) اور **المعونة في الجدل** (۳۷) شامل ہیں۔

المهذب امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۂ آرا کتاب ہے۔ اس کتاب میں امام الشیرازی نے فقہ شافعی کے تراث کو جمع کیا۔ انھوں نے فقہ شافعی کی کتابوں اور مصنفات میں موجود مواد کو مبسوط طریقے سے اس کتاب میں پیش کیا۔ بعض مواقع پر انھوں نے متنوع فقہی آرا کو بیان کرنے کے بعد ترجیحی اقوال کی نشان دہی بھی کی ہے۔

۲۹- ابوالقاسم ابراہیم محمد الکرخی، اصطخر کے عالم ہیں۔ **کشف الظنون** میں آپ کا نام ابوزید محمد بن سہل البلخی لکھا ہے۔

۳۰- دیکھیے: النووی، تہذیب، ۲: ۱۷۳، الذہبی، **سير أعلام النبلاء**،۱۸: ۴۵۲، ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف بن عبداللہ الشیرازی الفیروز آبادی، **المهذب في فقه الإمام الشافعي**، تحقیق: محمد الزحیلی (دمشق: دارالقلم، ۱۴۱۲ھ /۱۹۹۶ء)۔ المہذب کو دار الکتب العلمیۃ نے بھی شائع کیا ہے۔

۳۱- النووی، **المجموع**،۱: ۲۵۔

۳۲- السبکی، **طبقات**،۴: ۲۱۷؛ الذہبی، **سير أعلام النبلاء**،۱۸: ۴۵۹۔

۳۳- دیکھیے: ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الشیرازی، **التنبيه في الفقه الشافعي**، عالم الکتب نے اس کتاب کو ایک جلد میں شائع کیا۔

۳۴- دیکھیے: ابراہیم بن علی الشیرازی، **التبصرة في أصول الفقه**، تحقیق: محمد حسن ہیتو (دمشق: دارالفکر، ۱۴۰۳ھ)، یہ کتاب بھی ایک جلد پر مشتمل ہے۔

۳۵- الشیرازی، **طبقات الفقهاء**، تہذیب، محمد بن مکرم ابن منظور (ت ۷۱۱ھ)، تحقیق، احسان عباس (بیروت: دار الرائد العربی، ۱۹۷۰ء)۔

۳۶- الشیرازی، **اللمع في أصول الفقه** (دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳ء)، یہ کتاب ایک جز پر مشتمل ہے۔

۳۷- الشیرازی، **المعونة في الجدل**، تحقیق، علی عبدالعزیز العمیرینی (کویت: جمعیة إحياء التراث الإسلامي، ۱۴۰۷ھ)۔ یہ کتاب بھی ایک جلد پر مشتمل ہے۔

المھذب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے دور ہی میں اس کی حیثیت فقہ شافعی کے مصدر کے طور پر معروف ہوگئی۔ امام الرافعی(۳۸) اور امام النووی کے دور تک یہ کتاب فقہ شافعی کا فتوی دینے کا مصدر ومرجع تصور کی جاتی تھی۔(۳۹)

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے خود لکھتے ہیں:

هذا كتاب مهذب أذكر فيه إن شاء الله أصول الشافعي رحمه الله بأدلتها وما تفرع على أصوله من المسائل المشكلة بعللها. إلى الله عزوجل أرغب وإياه اسأل أن يوفقني فيه لمرضاته وأن ينفعني به في الدنيا والآخرة إنه قريب مجيب و على مايشاء قدير وما توفيقي إلا بالله عليه توكلت و إليه أنيب وهو حسبي ونعم الوكيل.(۴۰)

یہ کتاب مہذب ہے جس میں، مَیں ان شاءاللہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اصول مع دلائل اور ان پر متفرع ہونے والے مسائل کو علتوں کے ساتھ ذکر کروں گا۔ اللہ ہی کی طرف میں متوجہ ہوتا ہوں اور اسی سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ مجھے اس کام میں اپنی رضا کے لیے توفیق دے اور اس کے ذریعے دنیا اور آخرت میں مجھے نفع دے۔ یقیناوہ قریب اور دعا کا جواب دینے والا ہے اور جو چاہتا ہے، اس پر قادر ہے۔ میری توفیق اللہ ہی کے پاس ہے، اسی پر میں بھروسا کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع، وہ میرے لیے کافی اور بہترین کارساز ہے۔

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے المھذب کی تحریر کا آغاز ۴۵۴ھ میں کیا اور ۴۶۹ھ میں اس کی تکمیل کی۔(۴۱) اس کتاب میں امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے شافعی فقہ کے اصول بیان کیے ہیں، نیز فقہ شافعی کے احکام کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ احکام کس طرح قرآن حکیم، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع، قیاس اور عقلی دلائل سے مستنبط کیے گئے ہیں۔ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا اس کتاب میں اسلوب نسبتاً سہل ہے۔ عبارت ادیبانہ ہے اور بعد کے دور میں فقہی کتب میں جو غموض کا رواج ہوگیا، یہ کتاب اس سے کسی حد تک مبرا ہے۔ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ

۳۸۔ عبدالکریم بن محمد عبدالکریم ابوالقاسم الرافعی القزوینی الشافعی (۵۵۷ھ-۶۲۳ھ) کبار شافعی فقہا میں سے تھے۔ قزوین میں تفسیر حدیث کے معلم بھی تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے شرح مسند الشافعي اور التدوين في ذكر أخبار قزوین وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

۳۹۔ خیر الدین الزرکلی، الأعلام (بیروت: دارالعلم للملایین، ۲۰۰۲ء)، ۱: ۴۴۔

۴۰۔ الشیرازی، المھذب، ۱: ۳۸۔

۴۱۔ النووی، تهذيب الأسماء و اللغات، ۲: ۱۷۴۔

المہذب کی ہر فصل مکمل کرنے بعد دو رکعتیں ادا کرتے تھے۔ امام النووی المہذب کی اہمیت کے بارے میں کہتے ہیں:

ثم إن أصحابنا المصنفين رضي الله عنهم أجمعين وعن سائر المسلمين، أكثرو التصانيف كما قدمنا، وتنوعوا فيها كما ذكرنا، واشتهرمنها لتدريس المدرسين، وبحث المشتغلين: **المهذب** و **الوسيط** وهما كتابان عظيمان، صنفهما إمامان جليلان: أبو أسحاق أبراهيم بن علي بن يوسف الشيرازي، و أبو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالي رضي الله عنهما، وتقبل ذلک و سائر أعمالهما منهما.[۴۲]

ہمارے اہل تصنیف اصحاب (اللہ ان سب اور تمام مسلمان علما سے راضی ہو۔) نے کثرت سے تصانیف کی ہیں، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ انھوں نے ان تصانیف میں تنوع سے کام لیا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ ان کتابوں میں سے مدرسین کی تدریس اور اہل تحقیق کی جست جو کے لیے **المہذب** اور **الوسیط** مشہور ہوئی ہیں۔ یہ دو عظیم کتابیں ہیں، جنھیں جلیل القدر ائمہ، ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الشیرازی اور ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی نے تصنیف کیا۔ اللہ ان دونوں سے راضی ہو اور یہ اور ان کے تمام کاموں کو قبول فرمائے۔

المہذب ایک جلیل القدر کتاب ہے۔ اس کتاب سے فقہا استنباطِ احکام کے لیے استفادہ کرتے ہیں، کیوں کہ اس کتاب میں فروع کو دلائل سمیت پیش کیا گیا ہے۔ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے المہذب میں جس اسلوب کو اختیار کیا ہے اس کا ایک نمونہ حسب ذیل ہے۔

كتاب الطهارة

باب ما تجوز به الطهارة من الميا وما لا تجوز

يجوز رفع الحدث و إزالة النجس بالماء المطلق وهو مانزل من السماء أو نبع من الأرض، فما نزل من السماء ماء المطر و ذوب الثلج والبرد، والأصل فيه قوله عزوجل ﴿وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِۦ﴾[۴۳] وما نبع من الأرض ماء البحار وماء الأنهار وماء الآبار والأصل فيه قوله ﷺ في البحر هو الطهور ماؤه الحل ميتته وروي أن النبي توضاء من بئر بضاعة.[۴۴]

۴۲- النووی، **المجموع**، ا: ۲۲

۴۳- القرآن ۸: ۱۱

۴۴- ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی، **سنن أبي داؤد**، كتاب الطهارة، باب ماجاء في بئر بضاعة (بيروت: المكتبة العصرية)، حدیث۶۶۔

فصل: ولا يكره من ذلک إلا ما قصد إلى تشميسه فإنه يكره الوضوء به ومن أصحابنا من قال: لا يكره ماتشمس بنفسه في البرک والأنهار، والمذهب الأول والدليل عليه ما روي أن النبي ﷺ قال لعائشة رضي الله عنها و قد سخنت ماء بالشمس يا حميراء، لا تفعلي هذا فإنه يورث البرص ويخالف ماء البرک والأنهار لأن ذلک لا يمكن حفظه من الشمس فلم يتعلق به المنع، فإن خالف و توضا به صحّ الوضوء، لأن المنع منه لخوف الضرر فلم يمنع صحة الوضوء لأن المنع منه لخوف الضرر فلم يمنع صحة الوضوء كما لو توضاء بما يخاف من حره أو برده.[۴۵]

کتاب الطہارت۔

یہ باب ان پانیوں کے بیان میں ہے جن کے ذریعے وضو کرنا جائز ہے اور جن کے ذریعے نہیں۔

ناپاکی کا دور کرنا اور نجاست کا ازالہ کرنا عام پانی سے، جو آسمان سے اترا ہو یا زمین سے نکلا ہو، جائز ہے، چناں چہ بارش اور برف اور اولوں کے پگھلنے سے حاصل شدہ پانی کے بارے میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ: وہ ذات آسمان سے تم پر پانی برساتی ہے تاکہ تمھیں اس کے ذریعے طہارت عطا کرے۔ زمین سے نکلنے والے پانی میں سمندروں، دریاؤں اور چشموں کا پانی شامل ہے۔ سمندری پانی کے بارے میں اصل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے: اس کا پانی پاک اور اس کا مردہ حلال ہے۔ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بضاعہ کے کنویں سے وضو فرمایا۔

فصل: ان پانیوں میں سے صرف وہی مکروہ ہیں جنھیں خود دھوپ دی گئی ہو، کیوں کہ ان سے وضو کرنا مکروہ ہے۔ ہمارے اصحاب میں سے بعض کا کہنا ہے کہ تالابوں اور دریاؤں کا جو پانی خود ہی دھوپ سے گرم ہو جائے، وہ مکروہ نہیں ہے۔ پہلا مذہب اور اس کی دلیل وہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، جب کہ انھوں نے کچھ پانی دھوپ کے ذریعے گرم کر رکھا تھا: حمیرا! یوں نہ کرو کیوں کہ یہ برص پیدا کرتا ہے۔ تالابوں اور دریاؤں کے پانی کا حکم اس کے برعکس ہے، کیوں کہ اس کو دھوپ سے بچانا ممکن نہیں ہوتا، اس لیے ممانعت کا حکم اس کے بارے میں نہیں ہوگا۔ تاہم اگر کسی نے اس کے خلاف کرتے ہوئے ایسے پانی سے وضو کر ڈالا تو وضو صحیح ہو جائے گا، کیوں اس کی ممانعت نقصان کے خوف سے تھی، اس لیے وضو کے صحیح ہونے کی ممانعت نہ ہوگی۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی ایسے پانی سے وضو کر لے جس کی ٹھنڈک یا گرمی سے (نقصان کا) اندیشہ ہو۔

اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ سلف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مسائل بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے قرآن پاک پھر حدیث رسول ﷺ اور اس کے بعد فقہا کے اقوال سے استشہاد کرتے تھے؛ تاہم امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے جن احادیث سے استفادہ کیا، نہ ان کی تخریج کی اور نہ ان پر حکم لگایا، اسی طرح فقہاے

۴۵۔ الشیرازی، المھذب، ۱: ۱۵–۱۷۔

شوافع کے اقوال کا ذکر کرتے ہوئے بھی بعض اوقات ومن أصحابنا من قال کہہ کر قول ذکر کر دیا، لیکن صاحب قول کے متعلق غموض کو ختم نہ کیا؛ انھی اسباب کی بنا پر المھذب سے کماحقہ استفادے کے لیے اس کی شرح سے رجوع کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔

۲- امام النووی اور ان کی تصنیف المجموع

شیخ الاسلام امام النووی کی کنیت ابوزکریا تھی اگرچہ انھوں نے شادی کی اور نہ ہی ان کی اولاد تھی، لیکن ابو زکریا کنیت کو اختیار کیا، جب کہ ان کا نام یحیی بن شرف مری بن حسن تھا۔ فقہ شافعی کے عظیم امام محی الدین کے لقب سے مشہور تھے۔ امام النووی ۶۳۱ھ میں شام میں واقع نوی[۴۶] نام کے علاقے میں پیدا ہوئے اور اسی مناسب سے امام النووی کے نام سے مشہور ہوئے۔ وہ ایک فقیہہ ہونے کے ساتھ ساتھ حافظ حدیث، ماہر لغت اور مفسر کی حیثیت سے بھی معروف ہیں۔ امام النووی نے ابتدائی تعلیم اپنے قصبے سے حاصل کی۔ النووی کے استاد شیخ یاسین بن یوسف الزرکشی[۴۷] کہتے ہیں کہ میں نے محی الدین النووی کو دس سال کی عمر میں دیکھا، وہ بچوں کے ساتھ کھیل کود میں دل چسپی نہیں رکھتے تھے اور اس عمر میں بھی تلاوت کلام پاک سے شغف رکھتے تھے۔ اس چیز نے میرے دل میں ان کے لیے محبت ڈال دی۔ ان کے والد نے انھیں اپنے کاروبار میں شامل کرنا چاہا، لیکن وہ کاروباری خرید و فروخت کے بجائے قرآن پاک کے علم سے دل چسپی رکھتے تھے۔[۴۸] وہ انیس سال کی عمر میں دمشق آئے اور وہاں المدرسة الرواحية میں تقریباً دو سال طلب علم کے لیے مقیم رہے۔[۴۹]

امام النووی نے فقہ، اصول فقہ، حدیث، علوم حدیث، لغت، نحو، تصریف، منطق اور توحید کی تعلیم حاصل کی۔ امام النووی حدیث اور اس کے فنون کے عالم تھے۔ انھوں نے فقہ شافعی میں تفقہ حاصل کیا اور اپنی

۴۶- نوی کے مقام پر عصر حاضر میں عامرہ نام کا قصبہ ہے۔ یہ درعا شہر کے قریب ہے۔ یہ علاقہ دمشق کے جنوب میں واقع ہے۔

۴۷- ان کا پورا نام یٰسین بن عبد اللہ المغربی ہے جب کہ وہ الحجام، الأسود، الصالح کے القاب سے مشہور ہوئے۔

۴۸- تقی الدین ابو بکر بن احمد بن محمد بن عمر الاسدی الشہبی الدمشقی (ت ۸۵۱ء)، **طبقات الشافعية**، ت، حافظ عبد العلیم خان (بیروت: دار النشر، عالم الکتب، ۱۴۰۷ھ)، ۲: ۱۵۳۔

۴۹- الزرکلی، **الأعلام**، ۸: ۱۴۸۔

مہارت کی وجہ سے ائمہ میں شمار کیے جانے لگے۔ امام النووی کی تعلیم اور اسلوب تربیت کا اندازہ اس نصاب سے کیا جاسکتا ہے جس کا انھوں نے مطالعہ کیا؛ چناں چہ اس ضمن میں روایت کی جاتی ہے کہ:

إنه كان يقراء كل يوم اثني عشر درسا على المشايخ شرحًا و تصحيحًا درسين فى **الوسيط**[۵۰] و درسا في **المهذب** و درسا في الجمع بين الصحيحيين[۵۱] و درسا في **صحيح مسلم** و درسًا في **اللمع** لابن جني[۵۲] و درسًا في **إصطلاح المنطق** لابن السكيت[۵۳] و درسا في التصريف ودرسا في أصول الفقه تارةً في **اللمع** لأبي إسحاق و تارة في المنتخب لفخرالدين و درسًا في أسماء الرجال و درسًا في أصول الدين.[۵۴]

آپ روزانہ مشائخ کے پاس بارہ اسباق شرح وبسط کے ساتھ پڑھتے تھے؛ دو سبق **الوسيط** کے، ایک سبق **المهذب** کا، ایک سبق **الجمع بين الصحيحين** کا، ایک سبق **صحيح مسلم** کا، ایک سبق ابن جنی کی **اللمع** کا، ایک سبق ابن السکیت کی **إصلاح المنطق** کا، ایک سبق علم تصریف کا، ایک سبق اصول فقہ کا (کبھی ابو اسحاق کی **اللمع** سے اور کبھی فخر الدین کی **المنتخب** سے)، ایک سبق اسماء الرجال کا اور ایک سبق اصول دین کا۔

امام النووی اپنی تعلیم وتربیت کی نوعیت کے بارے میں کہتے ہیں:

۵۰- اس کتاب کا پورا نام **الوسيط في المذهب** ہے، جب کہ اس کتاب کے مؤلف ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی (ت ۵۰۵ھ) ہیں یہ فقہ شافعی کی متداول کتب میں سے ہے اور کئی محققین نے اس کی شرح، تہذیب اور اختصار کے حوالے سے کوششیں بھی کی ہیں۔ اس کتاب کو دار الإسلام، القاہرہ نے احمد محمود ابراہیم اور محمد محمد تامد کی تحقیق سے ۱۴۱۷ھ میں شائع کیا۔

۵۱- **الجمع بين الصحيحين** میں امام الازدی الحمیدی (ت ۴۸۸ھ) نے **صحیح بخاری** اور **صحیح مسلم** کی احادیث کو جمع کیا۔ اس کو دار ابن حزم بیروت نے علی حسین ابواب کی تحقیق کے ساتھ دوسری مرتبہ ۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۲ء میں شائع کیا۔

۵۲- **اللمع في العربية** ابو الفتح عثمان بن جنی الموصلی (ت ۳۹۲ھ) کی کتاب ہے۔ دار الكتب الثقافية کویت نے اس کتاب کو فائز فارس کی تحقیق کے ساتھ شائع کیا۔

۵۳- ابو یوسف یعقوب بن اسحاق ابن السکیت (ت ۲۴۴ھ)، **إصلاح المنطق**، تحقیق محمد مرغب (بیروت: دار إحياء التراث العربي، ۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۲ء)۔

۵۴- ابن قاضی شہبہ، **طبقات الشافعية**، ۲: ۱۵۳؛ الذہبی، **تذكرة الحفاظ**، ۴: ۱۷۴۔

كنت أعلق جميع ما يتعلق بها من شرح مشكل و وضوح عبارة و ضبط لغة، و بارک الله في وقتي و خطر لي الاشتعال بعلم الطب فاشتريت كتاب القانون فيه و عزمت على الاشتغال فيه فأظلم على قلبي و بقيت أياما لا أقدر على الاشتغال بشي، ففكرت في أُمري وَمن أين دخل عَلَيَ الداخل، فألهمني الله أن سببه اشتغالي بالطب، فبعت القانون في الحال فاستنار قلبي وقد سمع الحديث الكثير وأخذ علم الحديث عن جماعة من الحفاظ.(۵۵)

میں اس سے متعلق مشکل امور کی وضاحت، عبارت کی توضیح، لغوی ضبط جیسے تمام امور پر تعلیق نویسی کرتا تھا۔ اللہ نے میرے وقت میں برکت دی اور علم طب میں مشغول ہونے کا خیال آیا، چناں چہ میں نے طب میں کتاب القانون خریدی اور اس میں مشغولیت کا عزم کر لیا، لیکن اس سے میرے دل میں ظلمت سی پیدا ہو گئی اور میں کئی دن ایسی کیفیت میں رہا کہ کچھ بھی نہ کر سکا۔ میں نے اپنے احوال پر غور و فکر شروع کیا کہ مجھ میں یہ کیفیت کہاں سے آئی ہے تو اللہ نے یہ بات سمجھائی کہ اصل میں اس کا سبب طب کی مشغولیت ہے۔ میں نے فوراً القانون بیچ ڈالی تو میرا دل روشن ہو گیا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کا بہت سماع کیا اور حفاظ کی ایک جماعت سے علم حدیث حاصل کیا۔

امام النووی نے کتاب الکمال عبد الغنی علی ابی البقاء خالد النابلسی (۵۶) سے پڑھی۔ صحیح مسلم کی شرح انھوں نے ابو اسحاق المرادی (۵۷) سے پڑھی۔ اصول فقہ میں ان کے استاد قاضی ابو الفتح التفلیسی (۵۸) تھے۔ فقہ

۵۵۔ نفس مصدر۔

۵۶۔ ان کی کنیت ابو البقا تھی جب کہ پورا نام خالد بن یوسف بن سعد تھا۔ نابلس کی نسبت کی وجہ سے النابلسی کے لقب سے مشہور ہوئے ۶۶۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

۵۷۔ ان کی کنیت ابو اسحاق، جب کہ پورا نام ابراہیم بن عیسی ہے۔ چوں کہ ان کا تعلق اندلس سے تھا، اس لیے المرادی الاندلسی الشافعی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ان کی وفات ۶۶۸ھ میں ہوئی۔

۵۸۔ ان کی کنیت ابو الفتح ہے، جب کہ ان کا نام عمر بن بندار بن عمر بن علی بن محمد ہے، ۶۷۲ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ التفلیسی کی نسبت تفلیس نام کے شہر سے ہے جو کہ آذربائیجان میں واقع ہے۔

میں ان کے استاد شمس الدین عبد الرحمن بن نوح المقدسی،(۵۹) عز الدین عمر بن اسعد الإربلی(۶۰) اور کمال الدین سلار الاربلی(۶۱) وغیرہ تھے۔(۶۲)

۶۶۵ھ میں ابی شامہ(۶۳) کی وفات کے بعد امام النووی دار الحديث الأشرفيه کے نگران مقرر ہوئے۔ آپ انتہائی متقی نیک اور پرہیز گار تھے۔ ان کے شاگرد ابن عطار(۶۴) کہتے ہیں کہ امام النووی اپنا تمام تر وقت تعلیم و تصنیف میں صرف کرتے تھے، بہت کم سوتے تھے، ان کا خیال تھا کہ زیادہ کھانے سے انھیں نیند آجائے گی، اس لیے دن میں ایک مرتبہ کھانا کھاتے تھے۔ انھوں نے شادی بھی نہیں کی اور اپنی زندگی تصنیف و تالیف کے لیے وقف کر دی۔ ابن عطار نے امام النووی کے تفصیل حالات زندگی بھی تحریر کیے ہیں۔(۶۵)

امام النووی نے کئی کتب تصنیف کیں۔ ان کی معروف تصنیفات میں **تهذيب الأسماء واللغات، منهاج الطالبين، تصحيح التنبية للشيرازي، لغات التنبية، المنهاج في شرح مسلم، التقريب والتيسير، الأذكار من كلام سيد الأبرار السمى حلية الأبرار و شعار الأخيار، خلاصة الأحكام من مهمات السنن و قواعد الإسلام، و رياض الصالحين من كلام سيد المرسلين، بستان العارفين ، الإيضاح في مناسک الحج و العمرة، روضة الطالبين، التبيان في داب حملة**

۵۹۔ ان کا پورا نام ابو اسحاق بن احمد ہے، وہ المغربی اور المقدسی کے لقب سے مشہور ہیں ان کی وفات (ت ۶۵۰ھ) میں ہوئی۔

۶۰۔ ان کا پورا نام عز الدین عمر بن اسعد بن ابی غالب الربعی الاربلی تھا۔ آپ ۶۷۵ھ میں فوت ہوئے۔ امام النووی کے شیوخ میں سے تھے۔

۶۱۔ ابو الحسن سلار بن الحسن الاربلی الحلبی الدمشقی کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کی تاریخ وفات ۶۷۰ھ ہے۔ الاربلی کی نسبت اربل سے ہے جو کہ موصل کے راستہ میں ایک مشہور قلعہ ہے۔

۶۲۔ السبکی، **طبقات**،۸: ۳۹۷؛ الذہبی، **تذکرة الحفاظ**، ۴: ۱۷۴۔

۶۳۔ شہاب الدین ابو القاسم المعروف بابی شامہ (۵۹۹ھ - ۶۶۵ھ) فقیہ، مورخ، قاری اور نحوی تھے۔ عز الدین بن عبد السلام، ابن عساکر اور آمدی کے شاگرد ہیں۔

۶۴۔ علاؤ الدین علی بن ابراہیم بن داؤد بن سلیمان بن العطار ۶۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ وہ امام النووی کے ساتھ منسلک رہے، اس لیے انھیں مختصر النوی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی بہت ساری تحریریں ہیں۔ ۷۲۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

۶۵۔ دیکھیے: علاء الدین علی بن ابراہیم ابن العطار، **تحفة الطالبين في ترجمة الإمام محي الدين**، تحقیق مشہور بن حسن آل سلمان، (الدار الأثرية عمان / الاردن، الطبعة الأولى، ۱۴۲۸ھ / ۲۰۰۷ء)، ۳۹۔

القرآن، مختصر التبيان، المقاصد، مختصر طبقات الشافعية لابن الصلاح، مناقب الشافعي، المبهمات من رجال الحديث، الأربعون النووية اور **الإرشاد في علوم الحديث** جیسی عظیم تصانیف شامل ہیں۔

امام النووی کے شاگردوں میں اس دور کے کئی ممتاز عالم اور فقہا شامل تھے جن میں ابن جعوان،[٦٦] ابو الفتح البعلی الحنبلی،[٦٧] ابن العطار، ابن ہلال الجعفری،[٦٨] قاضی حزز اللہ الإربوی،[٦٩] جمال العین الاذرعی الزرعی،[٧٠] عبدالرحمن المذنی[٧١] اور ابن النقیب شامل ہیں۔

امام النووی اپنے دور کے حکم رانوں کو عوام کی حالت زار سے خط وکتابت کے ذریعے آگاہ کرتے تھے۔ چناں چہ انھوں نے مختلف بادشاہوں کو خطوط لکھے اور ان کی توجہ عامۃ الناس کے مسائل کی طرف مبذول کروائی۔[٧٢] ٦٧٦ھ میں امام النووی بیت المقدس کی زیارت کے لیے گئے۔ واپسی پر اپنے آبائی علاقے نوی تشریف لے گئے۔ وہاں پر بیمار ہوئے اور وہیں ٦٧٦ھ میں ان کی وفات ہوگئی؛ چناں چہ ان کو اسی آبائی علاقے ہی میں دفن کر دیا گیا۔[٧٣]

٣۔ تدوین المجموع میں امام النووی کا منہج

المہذب کی شرح **المجموع** امام النووی کی فقہ شافعی میں عظیم الشان تصنیف ہے۔ اگرچہ **المہذب** کی کئی شروح تحریر کی گئیں، لیکن جتنی اہمیت اور شہرت **المجموع** کو حاصل ہوئی وہ کسی اور کتاب کو نصیب نہیں

٦٦۔ ان کا پورا نام الشیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن عباس بن جعوان ہے۔ ٦٩٩ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

٦٧۔ شمس الدین محمد بن ابی الفتح البعلی الحنبلی کی ٧٠٩ھ میں وفات ہوئی۔

٦٨۔ قاضی صدر الدین سلیمان بن ہلال الجعفری کی وفات ٧٢٥ھ میں ہوئی۔

٦٩۔ قاضی شہاب الدین احمد بن ابی بکر بن حرز اللہ الاربوی کی وفات ٧٢٧ھ میں ہوئی۔

٧٠۔ قاضی القضاۃ سلیمان بن عمر بن سالم جمال الدین الاذری الزرعی کی وفات ٧٣٤ھ میں ہوئی۔

٧١۔ ابو الحجاج یوسف بن عبدالرحمن المزنی کی وفات ٧٤٢ھ میں ہوئی۔

٧٢۔ الذہبی، **تذکرۃ الحفاظ**، ٤: ١٧٦۔

٧٣۔ ابن العطار، **تحفة الطالبين**، ٤٣؛ ابن قاضی شہبہ، **طبقات الشافعية**، ٢: ١٥٦؛ الذہبی، مصدر سابق، ٤: ١٧٤۔

ہوئی۔المھذب فقہ شافعی کے مصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔المھذب کی اہمیت کے پیش نظر اس کی مختصر اور طویل شروح تحریر کی گئیں۔ بعض مکمل ہوئیں اور بعض مکمل نہ ہو سکیں۔ ان شروح کے ذریعے المھذب کی تعقیب کی گئی اور اس کے مندرجات کی تصحیح و توضیح بھی کی گئی نیز ان شروح میں المھذب کے الفاظ کے غموض کی وضاحت بھی کی گئی ہے اور اس کے مشکل الفاظ کو آسان پیرائے میں واضح کیا گیا ہے۔ اس میں وارد احادیث اور آثار کی تخریج بھی کی گئی ہے۔

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ابو علی حسن بن ابراہیم الفارقی نے المھذب کی پہلی شرح **فوائد علی المھذب** تحریر کی۔ موفق الدین صالح بن ابی بکر المقدسی نے **أحکام المذھب مما خرجه صاحب المھذب** کے نام سے ایک شرح تحریر کی۔ ضیاء الدین عثمان بن عیسی الھدبانی المارانی (ت ٦٤٢ھ) نے **الاستقصاء لمذاھب العلماء و الفقھاء** کے نام سے المھذب کی شرح تحریر کی۔ المھذب میں چوں کہ مشکل اور بہت سارے غریب الفاظ بھی استعمال کیے گئے ہیں اس لیے کئی علما نے اس کے الفاظ کی تشریح بھی کی ہے۔ اس ضمن میں کئی کتابیں تحریر کی گئیں جن میں محمد بن احمد بن بطال الیمینی (ت ٦٣٠ھ) کی کتاب **النظم المستعذب**، عبد العزیز بن عبد الکریم الجیلی کی کتاب **شرح مشکلات المھذب** اور محمد بن علی بن ابی علی الشافعی کی تصنیف **شرح مشکلات الألفاظ** شامل ہیں۔

کئی فقہا نے المھذب کی احادیث کی تخریج کی غرض سے بھی کتابیں تحریر کی ہیں، ان کتابوں میں الملقن (ت ٨٠٤ھ)، محمد بن موسی الحازمی (ت ٥٨٣ھ) اور ابن المعین المنفلوطی (ت ٧٤١ھ) وغیرہ کی تصانیف اہم ہیں۔ کئی فقہا نے المھذب کے فوائد کا ذکر کیا اور اس میں اضافے بھی کیے ہیں، ابن ابی عصرون (ت ٦٦٥ھ) اور جلال الدین السیوطی (ت ٩١١ھ) کی تصانیف اس ضمن میں اہم ہیں۔ (٧٤)

المھذب کے حوالے سے لکھی گئی تصانیف کے حوالے سے عماد علی جمعہ کہتے ہیں:

٧٤۔ الشیرازی، المھذب، ١: ١٤؛ محمد تامر، مقدمة الکتاب، امام النووی، **المجموع شرح المھذب** (قاھرہ: مکتبة البلد الأمین، ١٩٩١ء)، ٦۔

إن شروح المهذب و مختصراته و الكتب التي صنفت حوله كثيرة، و يصعب حصرها و استقصاؤها و أكثرها لايزال مخطوطًا.(٧٥)

المهذب کی خدمت کے لیے بہت ساری کتب تحریر کی ہیں۔ یہ کتابیں یاتو المهذب کا استدراک ہیں یا پھر ان کے ذریعے اس کے التباس، اشکال اور ماخذوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ المهذب کے حوالے سے تحریر کی گئیں اکثر کتابیں ابھی تک مخطوطات کی شکل میں ہی موجود ہیں۔

مطبوعہ کتب میں امام النووی کی **المجموع** اور محمد بن احمد بن بطال الیمنی کی **المستعذب في شرح غريب المهذب** بہت نمایاں ہیں۔

المهذب کی شروح میں سب سے منفرد حیثیت کی حامل **المجموع** ہے۔ یہ فقہ اسلامی کے عظیم الشان تراث کا خوب صورت عکس اور مظہر ہے۔ اس منفرد فقہی کارنامے میں دقیق اسلامی علمی منہج کی پیروی کی گئی ہے اس لیے اس مقالے میں اس تاریخی فقہی دستاویز کے منہج کا مطالعہ کیا گیا ہے۔

المجموع تقریباً چھے صدیوں تک مخطوط کی صورت میں محفوظ رہی۔ ۱۹۲۵ء میں شیخ محمود الدیناری کی سربراہی میں علماے ازہر کی ایک کمیٹی(٧٦) نے **المجموع** کے ان مخطوطات کی اشاعت کی ذمے داری لی جن کو امام النووی اور امام السبکی نے تحریر کیا تھا۔ اس پہلی اشاعت کے بعد ۲۰۰۱ء میں **المجموع** دوبارہ طبع ہوئی۔

امام النووی نے **المهذب** کی شرح مکمل نہیں کی تھی۔ انھوں نے كتاب الطهارة، كتاب الصلاة، كتاب الزكاة، كتاب الصيام، كتاب الحج اور عبادات سے متعلق دوسرے موضوعات جیسے الأضحية الحقيقة، النذز، الأطعمة، الصيد اور الربائع وغیرہ کی شرح مکمل کی۔ اسی طرح **كتاب البيوع** کا آغاز کیا اور اسے بیع جائز، حرام اور فاسد تک مکمل کیا۔ امام النووی نے **المهذب** کی شرح نو جلدوں تک مکمل کی تھی، بقیہ کام کو مکمل کرنے کے لیے انھوں نے ابن العطار کو کہا اور وہ کتابیں جن کی مدد سے انھوں نے **المجموع** تحریر

٧٥- عماد علی جمعہ، **المكتبة الإسلامية** (سلسلة التراث الغربي الإسلامي، ۲۰۰۳ء)، ۱۷۹۔

٧٦- جن علمانے **المجموع** کی پہلی اشاعت میں حصہ ڈالا ان میں الشیخ محمد مصطفی المراغی، الشیخ محمد الاحمدی الظواہری، الشیخ عبدالرحمن قراعہ، الشیخ مصطفی عبدالرزاق، احمد تیمور باشا، طلعت باشا اور عبدالرحمن بن شیخ الکاف شامل ہیں۔

کی، ابن العطار کے حوالے کیں اور انھیں لکھا: ”إذا انتقلت إلى الله تعالىٰ فأتمم شرح المهذب من هذه الكتب“[۷۷] (جب میرا انتقال ہو جائے۔ تو ان کتابوں کی مدد سے **شرح المهذب** کی تکمیل کرنا۔) لیکن ابن العطار یہ کام نہ کر سکے۔ امام النووی کی وفات کے بعد امام عبد الکافی السبکی رحمۃ اللہ علیہ (ت ۷۵۶ھ) نے اپنے ہم عصر علما کے اصرار پر بہت سارے تردد کے بعد **المجموع** کی شرح کے بقیہ کام کا آغاز کیا۔[۷۸] انھوں نے **المجموع** کے تین اجزا مکمل کیے۔ امام السبکی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد **المهذب** کے بعض حصوں کی شرح قدیم علما میں سے الحضرمی اور العراقی وغیرہ نے بھی کی، لیکن یہ کام عصر حاضر میں الشیخ محمد نجیب المطیعی کے ہاتھوں مکمل ہوا۔ انھوں نے جلد نمبر تیرہ سے لے کر پندرہ تک مکمل کیں، لیکن بقیہ اجزا کی تکمیل سے پہلے ان کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ ان کی غیر موجودگی میں پروفیسر محمد حسن العقبی نے بقیہ کام کو آگے بڑھایا اور **المجموع** کی اٹھارویں جلد مکمل کی۔ الشیخ نجیب المطیعی نے جیل سے رہا ہو کر **المجموع** کے بقیہ اجزا اٹھارہ، انیس اور بیس کو مکمل کیا اور ان کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ الشیخ نجیب المطیعی ۱۴۰۶ھ میں وفات پا گئے۔ ممتاز محقق الشیخ عیسیٰ منون الفلسطینی نے **تكملة على المجموع** لکھ کر **المجموع شرح المهذب** کے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔[۷۹]

المجموع کی ۲۰۰۱ء کی اشاعت میں اس چیز کا خیال رکھا گیا کہ نہ صرف یہ عظیم الشان فقہی ذخیرہ دوبارہ شائع کیا جائے، بلکہ یہ **المجموع** کا ایسا تکملہ ہو جس کی تحریر میں امام النووی اور امام السبکی کی منہج کی پیروی کی گئی ہو۔ پروفیسر المطیعی کے کام پر تنقید بھی کی گئی، چناں چہ علما فقہا اور مشائخ کی ایک جماعت نے **المجموع** کے الشیخ نجیب المطیعی کے مکمل کردہ حصے پر نظر ثانی کی اور یوں **المجموع** کو ستائیس جلدوں میں دار الکتب العلمیة نے ۱۴۲۳ھ میں پھر سے شائع کیا۔[۸۰]

۷۷- ابن العطار، **تحفة الطالبين**، ۵۶۔

۷۸- السبکی، **تكملة المجموع شرح المهذب**، ۳: ۱۰

۷۹- الشیرازی، **المهذب**، مقدمہ، ۱۸۔

۸۰- عادل ابراہیم احمد، **منهج الإمام النووي في تحسين الأسانيد من خلال كتابه (المجموع شرح المهذب)** (دراسة تطبيقية، أطروحة الدكتوراة، ۲۰۱۵ء)، ۲۷۔

امام النووی نے **المجموع** کا ایک طویل مقدمہ تحریر کیا ہے۔ انھوں نے اپنے دور کے متداول طریقۂ کار کے مطابق مقدمے کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے کیا ہے اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک پر درود و سلام بھیجا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے عبادات کی اہمیت اور ان کے ضمن میں ضروری احکام کو جاننے کی ضرورت کو واضح کیا ہے۔ پھر انھوں نے تسہیل احکام کے ضمن میں علما کی خدمات کو سراہا اور ان کی وضاحت کی۔ اس ضمن میں انھوں نے امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی **المھذب** اور امام الغزالی کی **الوسیط** کا ذکر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے، جس نے انھیں ان دونوں کتابوں کی خدمت کا موقع فراہم کیا۔ امام النووی کہتے ہیں کہ **المجموع** صرف **المھذب** کی ہی نہیں، بلکہ فقہ شافعی، دوسرے فقہی مذاہب، حدیث، اللغات، تراجم اور تاریخ کی بھی شرح ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "واعلم أن هذا الكتاب، وإن سميته شرح المهذب، فهو شرح للمذهب كله، بل لمذاهب العلماء كلهم، وللحديث، وجمل من اللغة و التاريخ والأسماء.[۸۱] (یہ کتاب، اگرچہ میں نے اس کا نام **شرح المھذب** رکھا ہے، پورے مذہب شافعی کی تشریح ہے، بلکہ اس کے تمام علما کے مذاہب، حدیث اور لغت، تاریخ اور اسما کے مختلف مسائل کی شرح بھی ہے۔)

امام النووی کی تعلیم و تربیت اسی طرح ہوئی کہ انھیں ان تمام علوم و فنون میں مکمل مہارت حاصل ہو گئی تھی جن کی **المھذب** کی تفسیر و وضاحت کے لیے ضرورت تھی، نیز انھیں ان اسباب کا بھی مکمل ادراک تھا جن کی وجہ سے فقہ شافعی کی عظیم الشان کتاب **المھذب** سے استفادے میں عوارض پیدا ہو رہے تھے۔ اسی لیے **المجموع** کی شرح میں اپنے کام کی وضاحت کرتے ہوئے امام النووی لکھتے ہیں:

أذكر فيه إن شاء الله تعالى جملًا من علومه الزاهرات، وأبين فيه أنواعًا من فنونه المتعددات، فمنها تفسير الآيات الكريمات والأحاديث النبويات والآثار الموقوفات، والفتاوى المقطوعات والأشعار الاستشهاديات، والأحكام الاعتقاديات والفروعيات، والأسماء واللغات، والقيود والاحترازات و غير ذلک من فنونه المعروفات.[۸۲]

۸۱۔ النووی، المجموع، ۱: ۲۹۔

۸۲۔ نفس مصدر، ۱: ۲۳۔

میں اس کتاب میں ان شاء اللہ اس کے جملہ درخشاں علوم بیان کروں گا اور متعدد فنون کی بعض انواع ذکر کروں گا، چناں چہ ان میں سے آیات کریمہ کی تفسیر، احادیث نبوی، موقوفات صحابہ، تابعین کے فتاوی، شواہد کے طور پر اشعار، اعتقادی اور فرعی احکام، اسما اور لغات، قیود اور احترازات اور اس کے علاوہ معروف فنون ہیں۔

امام النووی نے **المجموع** کا آغاز طویل اور نفیس مقدمے سے کیا ہے۔ اس مقدمے میں انھوں نے ان اسباب کا ذکر کیا ہے جن کی بنا پر انھوں نے **المهذب** کی شرح لکھنے کے کام کا آغاز کیا۔ انھوں نے **المهذب** کی اہمیت کا ذکر کیا ہے اور اپنے منہج کے ان نکات کی وضاحت کی ہے جن کی انھوں نے اس کام میں پیروی کی۔ امام النووی **المجموع** کے مقدمے میں ایسے موضوعات کو بھی زیر بحث لائے ہیں جن کو جانے بغیر فقہ شافعی کے اس اہم مصدر سے استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔ **المجموع** کے مقدمے کو امام النووی نے چھے ابواب اور تیرہ فصول میں تقسیم کیا ہے۔ اس ضمن میں امام النووی کے اہم موضوعات حسب ذیل ہیں:

باب في نسب الشافعي رحمه الله، طرف من أموره و أحواله

فصل في أحوال الشيخ أبي إسحاق مصنف الكتاب

أحرف من كلام العارفين في الإخلاص و الصدق

باب أقسام العلم الشرعي

باب آداب المعلم

باب آداب الفتوى و المفتي و المستفتي

باب في فصول مهمة تتعلق بالمهذب و يدخل كثيرمنها

امام النووی نے **المجموع** میں جو منہج اختیار کیا ہے وہ اس بات کا شاہد ہے کہ ان کو **المهذب** کے مضامین پر کتنا عبور تھا نیز یہ کہ کس حد تک ان کے ہاں اتقان اور تخلیقی عنصر موجود تھا۔ امام النووی **المهذب** کے متن کا جملہ لکھتے ہیں پھر اس کی شرح کرتے ہوئے وضاحت اور تشریح کرتے ہیں۔ وہ آغاز **المهذب** میں وارد احادیث سے کرتے ہیں، پھر حدیث کے راوی صحابیؓ کا ذکر کرتے ہیں، حدیث کی تخریج کرتے ہیں اور حدیث کا حکم بھی واضح کرتے ہیں۔ وہ احادیث کے راویوں کے حالات بیان کرتے ہیں۔ نیز ان ناموں کی وضاحت کرتے ہیں جن کا امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے **المهذب** میں ذکر کیا ہے۔ امام النووی، امام الشیرازی کے الفاظ کے تلفظ کی وضاحت کرتے ہیں

اور ان کے اصحاب کے تراجم بیان کرتے ہیں۔ پھر وہ المهذب کے الفاظ کی لغوی وضاحت کرتے ہیں اور ان کے معنی کی شرح کرتے ہیں۔ اسی طرح امام النووی المهذب کے فقہی احکام کی وضاحت کرتے ہوئے وہ اضافے اور تفصیلی مباحث بھی شامل کرتے ہیں جو کہ المهذب میں شامل نہیں ہیں۔ (۸۳) امام النووی کی المجموع میں منہج کے اہم نکات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ احادیثِ نبویہ ﷺ کی تخریج

استنباط احکام کے اساسی مصادر قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی سنت ہیں۔ احادیث رسول اللہ ﷺ میں کچھ صحیح احادیث ہیں جن سے نہ صرف احکام کا استنباط کیا جاتا ہے، بلکہ ان سے استدلال بھی کیا جاتا ہے۔ اس طرح احادیث میں سے کچھ متواتر ہیں اور کچھ احاد ہیں۔ احادیث میں فرق مراتب کا اثر ان سے مستنبط کیے جانے والے احکام پر بھی پڑتا ہے۔ تخریج حدیث کے بغیر ان کے مراتب کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا؛ اس لیے اسلامی اصول تحقیق کی رو سے احادیث کی تخریج ایک بنیادی اور اساسی تحقیق کام ہے۔ (۸۴)

محدثین کی اصطلاح میں تخریج حدیث سے مراد حدیث کے مصادر، الجوامع، السنن، المسانید، المصنفات اور دوسرے ذخیروں سے احادیث کو سند کے ساتھ نقل کرنا اور ان کے بلحاظ صحت مراتب کو بیان کرنا ہے۔ (۸۵) تخریج حدیث کا معنی یہ بھی ہے کہ ائمۂ حدیث کے مجموعات میں جس جس جگہ حدیث مع سند موجود ہے اس کا ذکر کیا جائے اور اس کا حکم صحت بھی بیان کیا جائے۔ (۸۶) علما نے تخریج حدیث کی اہمیت کے ساتھ ساتھ اس کے طرق بھی تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ اس ضمن میں بنیادی اصول یہ ہے کہ جو حدیث صحیحین میں یا ان میں سے کسی ایک میں موجود ہو تو اس کی تخریج میں یہی ذکر کر دینا کافی ہو گا۔ بصورت دیگر اس کے بقیہ مصادر کا ذکر کرنا ضروری ہو گا۔ (۸۷)

۸۳۔ الشیرازی، المهذب، مقدمہ، ۱۸۔

۸۴۔ عبدالوہاب ابراہیم ابوسلیمان، **منهج البحث في الفقه الإسلامي** (بیروت: مکتبة الرشید، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء)، ۱۹۔

۸۵۔ حسن محمد المشاط، **رفع الأستار عن محيا مخدرات طلعة الأنوار** (مکہ مکرمہ: مکتبة النهضة العربیة، ۱۳۹۸ھ)، ۳۴۔

۸۶۔ ابو محمد عبدالمہدی بن عبدالقادر ابن عبدالہادی، **طرق تخریج حدیث رسول** ﷺ (مصر: دار الاعتصام)، ۱۰۔

۸۷۔ دیکھیے: عبدالوہاب ابراہیم، مرجع سابق، ۱۳۵–۱۳۶۔

المهذب میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کے استدلال کے لیے بہت سی احادیث اور اقوال صحابہ پر انحصار کیا گیا ہے، لیکن ان کی تخریج موجود نہیں ہے۔ مزید بر آں ادلہ کے طور پر بیان کی جانے والی احادیث کا درجہ بھی مذکور نہیں ہے، جس کی وجہ سے قاری کے لیے یہ جاننا مشکل ہوتا ہے کہ جس حدیث یا اثر سے استدلال کیا جارہا ہے وہ صحیح ہے، ضعیف ہے یا غریب ہے۔ اسی طرح بعض اوقات ضعیف، منکر اور موضوع احادیث سے بھی استناد کیا گیا ہے۔

انھی اسباب کی بنا پر امام النووی نے اس بات کا اہتمام کیا کہ **المهذب** میں وارد احادیث کی تخریج اور ان کے درجات کی وضاحت ہوسکے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے **المهذب** میں وارد احادیث میں سے صحیح، حسن، ضعیف، مرفوع، موقوف، متصل، مرسل، منقطع، معضل، موضوع، مشہور، غریب، شاذ، منکر، مقلوب، معلل اور مدرج احادیث کی نشان دہی کی ہے۔[٨٨]

امام النووی تخریج احادیث میں اپنے منہج کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر کوئی حدیث **بخاری** یا **مسلم** میں ہے تو تخریج کے لیے صرف انھی کا حوالہ دیا ہے اور عموماً کسی اور مصدر کو شامل نہیں کیا جب تک کہ کسی اور سبب کی بنا پر کسی اور کتاب کا ذکر کرنا ضروری نہ ہو۔ اگر کوئی حدیث **بخاری** یا **مسلم** میں نہ ہو تو پھر اس کی تخریج کے لیے انھوں نے زیادہ تر **سنن أبي داؤد**، **سنن الترمذي** اور **سنن النسائي** پر اعتماد کیا ہے۔ جو احادیث ان پانچوں مصادر میں نہ ہوں تو پھر اس کے لیے دوسرے مصادر سے رجوع کیا ہے اور ان کی صحت اور ضعف کی نشان دہی بھی کی ہے۔ امام النووی کہتے ہیں کہ اگر امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی ضعیف حدیث سے استشہاد کیا ہے تو میں نے اس حدیث کے ضعف کا ذکر کیا ہے اور اس مسئلے کے ذکر کے ضمن میں فقہ شافعی کے احکام کے استنباط کے لیے صحیح احادیث کا ذکر کیا یا پھر اس ضمن میں قیاس وغیرہ پر مبنی دلائل کی وضاحت کی ہے۔[٨٩] امام النووی کی تخریج احادیث میں منہج کی تطبیقی مثال حسب ذیل ہیں:

٨٨- نفس مرجع، ٢٣-٢٤۔

٨٩- النووی، المجموع، ١: ٢٤۔

باب صلوۃ التطوع میں نماز کی وضاحت کرتے ہوئے امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "أفضل عبادات البدن الصلاة لماروى عبدالله بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ عن النبي ﷺ أنه قال[٩٠]: "استقيموا واعلموا أن خير أعمالكم الصلاة ولا يحافظ على الوضوء إلامؤمن."[٩١] (افضل ترین بدنی عبادت نماز ہے، کیوں کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: درست نہج پر ہو اور جان لو کہ تمھارے اعمال میں سے بہترین چیز نماز ہے اور وضو کی محافظت صرف مومن ہی کیا کرتا ہے۔) امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث المهذب میں بغیر تخریج کے شامل کی ہے۔ اس مسئلے کی وضاحت اور اس میں مذکور حدیث کی امام النووی تخریج اس طرح کرتے ہیں:

حديث عبدالله هذا رواه ابن ماجه في ستنه في كتاب الوضوء و البيهقي فيه و في فضائل الصلوات، قيل استقبال القبلة روياه من حديث عبدالله و من حديث ثوبان بلفظه هنا و فيه زيادة قال: "استقيموا ولن تحصوا واعلموا أن خير أعمالكم الصلاة"الخ لكن في رواية ابن ماجة عن عبدالله "أن من خير أعمالكم الصلاة وفي بعض روايات البيهقي ثبات من و في بعضها حذفها و إسناد رواية عبدالله فيه ضعف و إسناد رواية ثوبان جيد لكن من رواية سالم بن أبي الجهدى عن ثوبان و قال أحمد بن حنبل لم يسمع سالم من ثوبان و ذكره مالك في المؤطأ مرسلًا معضلًا فقال بلغني أن النبي ﷺ قال:[٩٢] "استقيموا ولن تحصوا واعلموا أن خير أعمالكم الصلاة ولن يحافظ على الوضو إلا مؤمن."[٩٣]

عبد اللہ کی اس حدیث کو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں **كتاب الوضوء** میں اور بیہقی نے **كتاب الوضوء** میں اور **فضائل الصلوات** میں نقل کیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ استقبال قبلہ کو ان دونوں حضرات نے عبد اللہ اور ثوبان سے لفظاً یہاں روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے: تم درست نہج پر رہو اور نیکیوں کا ہر گز احاطہ نہیں کر سکتے اور جان لو کہ تمھارا بہترین عمل نماز ہے الخ، لیکن عبد اللہ سے ابن ماجہ نے (إن خير أعمالكم کی جگہ) أن من خير أعمالكم

٩٠- الشیرازی، **المهذب في فقه الإمام الشافعي** (دارالكتب العلميه)، ١: ١٥٦۔

٩١- ابن ماجہ، **السنن**، كتاب الطهارة، حدیث: ٢٧٧، ١: ١٨٤، الدارمی، **السنن**، **كتاب الوضوء**۔

٩٢- النووی، **المجموع** (طبقه دار الفكر)، ٤: ٣۔

٩٣- مالک بن انس، **الموطأ**، كتاب الطهارة، حدیث: ٣٦۔

الصلوٰۃ (تمھارے بہترین اعمال میں سے) نماز ہے۔ امام البیہقی کی بعض روایات میں لفظ مِنْ مذکور ہے جب کہ بعض میں محذوف ہے۔ عبداللہ کی روایت کی سند میں ضعف ہے۔ ثوبان کی روایت کی سند اچھی ہے، لیکن وہ سالم بن ابی جعدی نے ثوبان سے روایت کی ہے اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ سالم نے ثوبان سے سماع نہیں کیا ہے۔ امام مالک نے اسے موطأ میں مرسل اور معضل روایت کے طور پر ذکر کیا ہے، چناں چہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: استقيموا ولن تحصوا...الخ۔

اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ کہ امام النووی حدیث کی تخریج کرتے ہیں۔ روایت الفاظ میں کمی بیشی کی نشان دہی کرتے ہیں، نیز اسناد کے ضعیف بھی ہونے کی یا قوی نشان دہی کرتے ہیں۔ نیز جو احادیث صحیحین میں سے نہیں ان کی تخریج کے لیے ایک سے زیادہ مصادر احادیث پر اعتماد کرتے ہیں۔

ب– راجح فقہی رائے کا بیان

فقہی آرا میں سے کسی رائے کو ترجیح دینا بھی اجتہاد کی ایک قسم ہے۔ بعض حضرات یہ رائے رکھتے ہیں کہ فقہی آرا میں ترجیح دراصل ان آرا کی تصویب ہے، کیوں کہ راجع رائے درست قرار پاتی ہے اور مرجوح رائے غلط تو نہیں، لیکن کم زور ضرور تصور ہوتی ہے۔ فقہا اور اصولیین کی اصطلاح میں ترجیح سے مراد کسی فقہی رائے کے مدلولات اور اس سے مقصود احکام کو اصولی قواعد کی روشنی میں اس طرح راجح قرار دینا کہ اس پر عمل کیا جانا مناسب ہو۔ امام الحرمین ترجیح کی کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں: "إن الترجيح زيادة وضوح، يرجع إلى مأخذ الدليلين مما لا يستقل دليلًا."[٩٤]

ابن جوزی کی رائے میں ترجیح سے مراد کسی رائے کو قوی اور دوسری کو ضعیف قرار دینا نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد ایک رائے کو کسی وصف اور معنی کی بنا پر کسی دوسری رائے پر مقدم کرنا ہے؛ اس ضمن میں وہ کہتے ہیں: "إبداء زيادة قوة الدليل على الدليل المعارض له."[٩٥] (ایک دلیل کی زیادہ قوت کو دوسری معارض دلیل پر ظاہر کرنا۔)

٩٤– الجوینی، مغيث الخلق في ترجيح القول الحق، ٧۔

٩٥– یوسف بن عبد الرحمن بن الجوزی، كتاب الإيضاح لقوانين الاصطلاح في الجدل و المناظرة (في الجدل الأصولي الفقهي)، تحقیق فہد بن محمد السدحان (الریاض: مكتبة العبيكان، ١٤١٢ھ/١٩٩١ء)، ٣٠٢۔

فقہی آرا میں ترجیح کے اصول فقہ اسلامی میں اختلاف رائے کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں نیز یہ اس بات کی عکاسی بھی کرتے ہیں کہ کس طرح مسلمان فقہا نے بے لاگ طریقے سے فقہی آرا کو بیان کرنے میں کسی دباؤ کو اثر انداز نہیں ہونے دیا۔

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل کے ضمن میں فقہا کی آرا بیان کی ہیں۔ وہ مسئلہ بیان کر کے اس کے بارے میں فقہا کی آراء ان کی ادلہ سمیت ذکر کرنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں، لیکن ان آرا میں سے راجح، صحیح یا معتمد علیہ رائے کی نشان دہی نہیں کرتے۔[۹۶] اسی لیے امام النووی کہتے ہیں کہ مسئلہ بیان کر کے صرف یہ کہہ دینا کہ اس میں دو قول ہیں یا دو آرا ہیں یا دو روایات ہیں، کافی نہیں کیوں کہ مستفتی کو اتنے جواب سے تشفی نہیں ہوتی، بلکہ اس کو تو اس ضمن میں یہ رہ نمائی درکار ہوتی ہے کہ وہ ان آراء میں سے کس رائے کی پیروی کرے۔ اس لیے کہ فتوی دیتے ہوئے راجح رائے کو بیان کرنا ضروری ہے۔[۹۷] اس ضمن میں ایک تطبیقی مثال حسب ذیل ہے۔

باب الزكاة و الفضة میں سونے اور چاندی کی زکاۃ بیان کرتے ہوئے امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تجب الزكاة في الذهب و الفضة لقوله عزوجل ﴿وَٱلَّذِينَ يَكۡنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلۡفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرۡهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٖ﴾[۹۸] ولأن الذهب و الفضة معدان للنماء فهو كالإ بل و البقر السائمة ولا تجب فيما سوا هما من الجواهر كالياقوت و الفيروزج و الؤلؤ و المرجان لأن ذلك معد لاستعمال فهو كالإ بل و البقر العوامل ولا تجب فيما دون النصاب من الذهب و الفضة و نصاب الذهب عشرون مثقالًا لماروى عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده عن النبيﷺ ولايجب فى أقل من عشر من مثقالًا من الذهب شي.[۹۹]

زکاۃ، سونے اور چاندی میں واجب ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اور جو لوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور انھیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو آپ انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دیجیے؛ نیز اس لیے کہ سونا اور چاندی

۹۶۔ الشیرازی، المھذب، ۱: ۲۱۔

۹۷۔ النووی، المجموع، ۱: ۷۹۔

۹۸۔ القرآن ۹: ۳۴۔

۹۹۔ الشیرازی، المھذب، ۱: ۲۹۱۔

بڑھوتری کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ اونٹ اور چرنے والے بیلوں کی مانند شمار ہوں گے اور ان دونوں کے علاوہ جواہر (جیسے یاقوت، فیروزہ، موتی اور مرجان) میں زکاۃ واجب نہیں، کیوں کہ یہ استعمال کے لیے تیار کیے جاتے ہیں، اس لیے وہ کام کرنے والے اونٹ اور بیلوں کی مانند ہوں گے اور زکاۃ سونے اور چاندی کے نصاب سے کم مقدار میں واجب نہ ہوگی، اور سونے کا نصاب بیس مثقال ہے، کیوں کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے واسطے سے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ سونے کے دس مثقال سے کم میں کچھ واجب نہیں۔

المہذب میں امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فقہی مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے امام النووی نے اپنے منہج کے مطابق سب سے پہلے حدیث کی تخریج کی ہے، پھر مشکل الفاظ کی لغوی اور اصطلاحی وضاحت کی ہے[۱۰۰] اور اس کے بعد اس میں مذکور فقہی مسئلے کی وضاحت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سونے اور چاندی کے علاوہ باقی جواہر مثلاً یاقوت، فیروزہ، موتی، مرجان، زمرد، زبرجد، دہات، پیتل اور شیشے وغیرہ جیسی معدنیات میں زکاۃ نہیں ہے۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ اگرچہ ان معدنیات کی تیاری میں بہت محنت بھی کی گئی ہو اور ان کی قیمت زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح مشک اور عنبر میں زکاۃ نہیں ہے۔ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے سونے چاندی کے علاوہ صرف چند دھاتوں کا ذکر کیا تھا، جب کہ امام النووی نے بقیہ تمام دھاتوں کا ذکر کر دیا۔ امام الشیرازی نے اس مسئلے کے بیان میں فقہا کی آرا کا ذکر نہیں کیا، جب کہ امام النووی نے اس ضمن میں نہ صرف امام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ذکر کی بلکہ فقہ شافعی کی رائے بیان کرتے ہوئے کہا کہ: "قال أصحابنا: معناه كل مايستخرج منه فلا زكاة فيه ولا خلاف في شيء من عندنا." (ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہے کہ اس سے جو کچھ بھی نکالا جائے گا، اس میں زکاۃ نہیں۔) اور امام النووی یہیں پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ پھر جمہور علما کی آرا کو بھی بیان کرتے ہیں، چناں چہ کہتے ہیں کہ ابن منذر نے امام حسن بصری، عمر بن العزیز، امام الزہری، ابو یوسف اور اسحق بن راہویہ وغیرہ سے روایت کی ہے کہ عنبر میں خمس واجب ہے، جب کہ امام الزہری موتی میں بھی خمس لازمی قرار دیتے ہیں۔ امام النووی اسی طرح کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب (فقہاے شوافع) عبد اللہ بن الحسن العنبری سے یہ رائے روایت کی ہے کہ سونے اور چاندی کے علاوہ باقی سب میں خمس ہے۔[۱۰۱]

۱۰۰- المجموع، ۶: ۳-۵۔

۱۰۱- المجموع، ۶: ۶۔

اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ کس طرح امام النووی نے فقہی مسائل میں امام الشیرازی کی فقہی رائے کی وضاحت کرتے ہوئے متنوع آرا کی نہ صرف وضاحت کی، بلکہ اس میں ترجیحی رائے کی بھی نشان دہی کی تاکہ مستفتی کو مشکل نہ ہو۔

بعض اوقات امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کسی قول کو ترجیح دیتے ہیں جب کہ فقہ شافعی میں راجح رائے اس کے برعکس ہے۔ اسی طرح بعض مسائل میں امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی ترجیح فقہ شافعی میں غیر معتمد ہے جب کہ متداول ترجیح ان اقوال کو ہے جنھیں امام النووی یا امام الرافعی نے ترجیح دی ہے کیوں کہ ان دونوں کی حیثیت فقہ شافعی کے محقق کی سی ہے۔

ج۔ متنوع فقہی آرا کا ذکر

فقہی آرا میں اختلاف آرا کے بیان میں آزادی کی اس روایت کی عکاسی ہے جس کا مظاہرہ مسلمانوں کے ہاں صدیوں تک ہوتا رہا۔ اس ضمن میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے:

ما أحب أن أصحاب رسول الله ﷺ لم يختلفوا: لأنه لو كان قولًا واحدًا كان الناس في ضيق، وإنهم أئمة يقتدى بهم، فلو أخذ أحد بقول رجل منهم كان في سعة.[۱۰۲] (مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ اصحاب رسول ﷺ نے اختلاف نہیں کیا، اس لیے کہ اگر ایک ہی قول ہوتا تو لوگ تنگی میں پڑ جاتے۔ وہ لوگ مقتدا ائمہ ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کا قول لے لیا جائے تو وہ وسعت پائے گا۔)

فقہ اسلامی کا خاص امتیاز متنوع فقہی آرا ہیں۔ بعض معاملات میں فقہا کے درمیان اتفاق رائے بھی پایا جاتا ہے، لیکن یہ ممکن ہوتا ہے کہ حکم میں اتفاق رائے کے باوجود اس حکم کی دلیل اور استدلال میں اتفاق نہ ہو، اس لیے فقہی آرا کا ذکر کرتے ہوئے نہ صرف متنوع فقہی آرا بلکہ متفق علیہ فقہی آرا میں بھی الگ الگ دلیل اور استدلال کا ذکر کیا جانا ضروری ہے۔ مزید برآں فقہ اسلامی میں فقہی آرا کو ان کے قائلین سے درست طریقے سے منسوب کرنا بہت مہارت کا کام ہے۔ دلالات فقہیہ کی تعبیر اور ان کے نتائج اس صورت میں درست ہو سکتے ہیں جب فقہی آرا درست طریقے سے قائلین سے منسوب ہوں، اس ضمن میں محمد بن علی بن الطیب البصیری کہتے ہیں:

۱۰۲- ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی، **الموافقات في أصول الشريعة**، شرح عبد اللہ دراز (مصر: المكتبة التجارية الكبرى)، ۴: ۱۲۵۔

اعلم أن مذهب الإنسان هو اعتقاده، فمتى ظننا اعتقاد الإنسان، أو عرفناه ضرورة، أو بدليل مجمل، أو مفصل، قلنا إنه مذهبه، ومتى لم نظن ذلک ولم نعلم، لم نقل إنه مذهبه۔[۱۰۳]

جان لیجیے کہ انسان کا مذہب، اس کا اعتقاد ہوتا ہے، چناں چہ جب ہمیں انسانی اعتقاد کا پتا چل جائے، یا اسے ضروری طور پر یا دلیل مفصل یا مجمل کے ذریعے جان لیں تو ہم کہتے ہیں یہ اس کا مذہب ہے، اور جب ہمیں اس کا پتا نہ چل سکے تو پھر ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ اس کا مذہب ہے۔

کسی فقیہ کی رائے وہ ہے جو اس نے بیان کی اور جس کے بارے میں دلیل بھی موجود ہو۔ جو بات کسی نے نہ کی ہو اور اس بات کی دلیل بھی نہ ہو تو وہ بات اس سے منسوب نہیں کی جاسکتی جیسا کہ امام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: ”ولا ينسب إلى ساكت قول“(کسی ساکت کی طرف کوئی قول منسوب نہیں کیا جاسکتا)۔[۱۰۴]

بہت سارے مسائل میں امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک قول یا ایک رائے بیان کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے جس سے بعض اوقات یہ محسوس ہوتا ہے کہ فقہ شافعی میں اس مسئلے سے متعلق صرف ایک ہی فقہی رائے پائی جاتی ہے اور یہی رائے راجح اور قابل اعتماد ہے جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے۔ مسئلے کے بارے میں دو یا اس سے زیادہ آرا ہوتی ہیں اور جو راجح رائے فقہ شافعی میں متداول ہے اس کا امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے **المهذب** میں ذکر ہی نہیں کیا ہوا ہوتا۔ اس وجہ سے قاری کو شک گزرتا ہے اور اسے فقہ شافعی کی قابل اعتماد رائے سے آگاہی نہیں ہوتی۔

اس سب کو مدنظر رکھتے ہوئے امام النووی نے ایسا منہج اختیار کیا ہے جس کی بنا پر **المهذب** میں موجود فقہی احکام کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا آسان ہو گیا، اس ضمن میں امام النووی کہتے ہیں:

وأما الأحكام فهو مقصود الكتاب فأبالغ في ايضاحها بأسهل العبارات، وأضم إلى ما في الأصل من الفروع و التتمات، والزوائد المستجادات، والقواعد المحررات، والضوابط الممهدات، ما تقر به إن شاء الله تعالى أعين أولي البصائر والعنايات، والمبرّئين من أدناس الزيغ والجهالات، ثم من هذه الزيادات ما أذكره في أثناء كلام صاحب الكتاب: ومنها ما أذكره في

۱۰۳۔ ابو الحسین محمد بن علی بن الطیب البصری، **المعتمد في أصول الفقه**، تحقیق احمد بکر و حسن حنفی (دمشق: المعهد العلمي الفرنسي للدراسات العربية، ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۵ء)، ۲: ۸۶۵۔

۱۰۴۔ الشیرازی، **التبصرة في أصول الفقه**، ۵۱۷۔

آخر الفصول والأبواب وأبين ما ذكره المصنف وقد اتفق الأصحاب عليه، وما وافقه عليه الجمهور. وما انفرد به أو خالفه فيه المعظم، وهذا النوع قليل جدا: وأبين فيه ما انكر على المصنف من الأحاديث والأسماء واللغات، والمسائل المشكلات مع جوابه إن كان من المرضيات.(۱۰۵)

جہاں تک احکام کا تعلق ہے تو وہ کتاب کا مقصود ہیں، چناں چہ میں آسان عبارتوں کے ذریعے ان کی وضاحت کی پوری کوشش کروں گا، اور اصل کتاب میں جو فروع، تکملہ جات، عمدہ زائد باتیں، مدون شدہ قواعد اور طے کیے گئے ضوابط ہیں، ان میں وہ باتیں اضافہ کروں گا جن سے ان شاءاللہ ان اہل نظر وعنایت کی نگاہوں کو قرار آئے گا جو کجی اور جہالتوں سے بری ہیں۔ پھر ان اضافی باتوں میں سے بعض کو میں صاحب کتاب کے کلام کے ضمن میں ذکر کروں گا اور بعض کو فصلوں اور ابواب کے آخر میں اور مصنف کی ذکر کردہ ان باتوں کی وضاحت کروں گا جن پر ہمارے اصحاب کا اتفاق ہے یا جن پر جمہور کا اتفاق ہے۔ اس کے علاوہ وہ باتیں بھی جن میں مصنف منفرد ہیں یا ان میں اکثر حضرات اس کے خلاف ہیں، اور یہ نوع بہت کم ہے۔ میں اس میں وہ احادیث، اسما، لغات اور مشکل مسائل مع جواب مصنف (اگر وہ پسندیدہ ہوا) بھی واضح کروں گا جو مصنف کو اوپرے معلوم ہوئے ہیں۔

امام النووی کہتے ہیں کہ فقہ شافعی میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کی آرا کے بارے میں شدید اختلاف ہے، اس لیے وثوق کے ساتھ کسی رائے کے متعلق یہ کہنا کہ یہ فقہ شافعی کی رائے ہے بہت مشکل ہے۔ فقہ شافعی کی حتمی رائے دینے کے لیے فقہ شافعی کے بہت سارے مصادر کا مطالعہ ضروری ہو جاتا ہے۔ اسی بنا پر انھوں نے **المجموع** میں ہر ممکن کوشش کی ہے کہ مسائل کے متعلق تمام موجود آرا کو ذکر کیا جائے اگرچہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر ان میں راجح اور مرجوح آرا کی نشان دہی کر دی جائے۔ ایسا کرنے میں امام النووی کا ہدف تمام موجود آرا کا احاطہ کرنا ہے۔

د- مصادرِ فقہ شافعی سے استشہاد و اقتباس

اقتباس سے مراد کسی نص یا نصوص کو لینا یا پھر ان کے مفہوم کو اپنی رائے کی تائید کے لیے بہ طور استشہاد پیش کرنا ہے۔ کسی بھی علمی اور تحقیقی کام میں براہ راست یا بالواسطہ اقتباسات ضروری ہوتے ہیں۔ اقتباسات دینے میں مہارت یہ ہے کہ فقہی مذاہب میں معتمد علیہ مصادر سے اقتباس لیا جائے۔ اس ضمن میں امام سفیان الثوری فرماتے ہیں:

۱۰۵- النووی، المجموع، ۱: ۲۵۔

إن نسبة الفائدة إلى مفيدها من الصدق في العلم و شكره، وإن السكوت عن ذلک من الكذب في العلم و كفره.(۱۰۶)

کسی علمی فائدے کو صاحب فائدہ کی طرف منسوب کرنا علمی سچائی اور اس کے شکر کی دلیل ہے جب کہ اس سے سکوت اختیار کرنا علم میں کذب بیانی اور اس کی ناشکری کی علامت ہے۔

فقہی مذاہب میں صرف ائمہ کی منفرد رائے ہی فقہی مکتب کی رائے تصور نہیں ہوتی جب تک کہ اس فقہ کے دوسرے ائمہ بھی اپنی اجتہادی کوششوں سے اس رائے کو ثابت نہ کریں۔ مثال کے طور پر فقہ شافعی صرف امام الشافعی کی منفرد آراپر مبنی نہیں ہے، بلکہ کوئی فقہی رائے اس وقت فقہ شافعی کی رائے بنے گی جب دوسرے شوافع فقہا بھی اس رائے کے بارے میں صراحت کریں جیسا کہ شافعی فقہا کہتے ہیں:

أن الكتب المتقدمة على الشيخين (الرافعي و النووي) لايتعهد على شيء منها إلا بعد مزيد الفحص والتحري، حتى يغلب على الظن أنه مذهب، ولا يفتي بتتابع الكتب المتعددة على حكم واحد فإن هذه الكثرة قد تنتهي إلى واحد.(۱۰۷)

شیخین (رافعی اور نووی) سے پہلی کتابوں پر مزید بحث و تحقیق کے بغیر اعتماد نہیں کیا جاسکتا یہاں تک کہ یہ یقین ہو جائے کہ یہ مذہب ہے اور ایک ہی حکم پر متعدد کتابوں کے تتابع سے فتوی نہ دیا جائے، کیوں کہ اس کثرت کا مآل کار نتیجہ ایک ہی ہے۔

اسی بناپر امام النووی نے اپنے دور تک متقدمین اور متاخرین کی مبسوطات، مختصرات اور امام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کی **الأم**، **المتختصر** اور **البوبطي** جیسی کتب میں موجود نصوص کا تتبع کیا ہے نیز ان نصوص سے بھی استفادہ کیا ہے جن سے اصحاب شافعی کے ہاں معتمد فقہا نے استشہاد کیا۔ امام النووی نے اصحابِ شافعی کے فتاوی اور اصول فقہ میں ان کی متفرق تحریروں سے بھی استفادہ کیا ہے۔(۱۰۸) اس ضمن میں امام النووی اپنے طریقۂ کار کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

۱۰۶- الحطاب، ابو عبداللہ محمد بن محمد بن عبدالرحمن، **مواهب الجليل لشرح مختصر أبي ايضاء خليل** (مصر: مطبعة السعادة،۱۳۲۸ھ)،۱: ۶۔

۱۰۷- احمد علی، محمد ابراہیم، **المذهب عند الشافعية**، مجلة جامعة الملك عبدالعزيز السنة الأولى، العدد الثاني، ۱۳۹۸ھ، ۴۰۔

۱۰۸- النووی، مصدرِ سابق،۱: ۲۵- ۲۶۔

وحيث أنقل حكماً أو قولًا أو وجهًا أو طريقًا أو لفظةً أو اسم رجل أو حالة أو ضبط لفظة أو غير ذلك وهو من المشهور، أقتصر على ذكره من غير تعيين قائليه لكثرتهم، إلا أن أضطر إلى بيان قائله لغرض مهم فأذكر جماعة منهم ثم أقول وغيرهم وحيث كان ما أنقله غريبًا أضيفه إلى قائله في الغالب وقد أذهل عنه في بعض المواطن: وحيث أقول الذي عليه الجهور كذا أو الذي عليه المعظم أو قال الجهور أو المعظم أو الأكثرون كذا ثم أنقل عن جماعة خلاف ذلک فهو كما أذكره إن شاء الله تعالیٰ.[١٠٩]

جہاں میں کوئی حکم، قول، توجیہ، طریقہ، لفظ، کسی شخص کا نام، حالت، لفظ کا ضبط یا اس کے علاوہ کوئی مشہور بات نقل کروں گا تو صرف اس کے ذکر کرنے پر اکتفا کروں گا اور قائلین کی کثرت کی وجہ سے ان کی تعیین نہیں کروں گا، سوائے اس کے کہ کسی ضروری غرض سے اس کے قائل کا تذکرہ ناگزیر ہو، اس صورت میں، تمھیں ان کی جماعت کا ذکر کر دوں گا۔ اور جہاں میں کوئی غریب بات نقل کروں گا تو عمومی طور پر اس کے قائل کا ذکر کروں گا، جب کہ بعض جگہوں پر مجھے اس سے ذہول بھی ہو جائے گا اور جہاں میں یہ کہوں گا کہ یہ جمہور اور اکثر علما کا موقف ہے اور پھر کسی جماعت کا قول اس کے خلاف نقل کروں گا تو وہ اس طرح ہو گا جیسے میں ذکر کروں گا۔

امام النووی کہتے ہیں کہ میں نے **المجموع** میں سلف صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کے فقہا کی فقہی آرا کا قرآن پاک، سنت رسول ﷺ، اجماع اور قیاس جیسی ادلہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس ضمن میں نے انصاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ادلۂ شرعیہ کے بیان کے ضمن میں میں نے آرا کو حسب ضرورت مختصر یا تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے؛ تاہم غیر مستند اور غیر معتبر آرا سے اعراض کیا؛ اگرچہ وہ معروف اور مشہور ہی کیوں نہ ہوں۔[١١٠]

امام النووی نے **المجموع** میں اپنے مصادر کا بھی ذکر کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ علما کے فقہی مذاہب کے بیان میں انھوں نے ابن لمنذر کی **الأشراف** اور **الإجماع** پر اعتماد کیا ہے۔ ابن منذر کی شخصیت کے بارے میں امام النووی تحریر کرتے ہیں الامام ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری فقہ شافعی کے قابل تقلید ائمہ میں سے ہیں۔[١١١]

١٠٩۔ النووی، مصدرِ سابق، ۱: ٢٦۔

١١٠۔ النووی، مصدرِ سابق، ۱: ٢٧۔

١١١۔ النووی، مصدرِ سابق، ۱: ٢٧۔

۵۔ مبہم ناموں کی وضاحت اور تراجم الاعلام

المهذب میں کئی مبہم نام آئے ہیں۔ امام النووی نے ناموں کے اس ابہام کو شرح اور تفصیل کے ذریعے ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے **المهذب** میں مذکور شخصیات کا ذکر کرتے ہوئے ان کے نام، نسب اور کنیت کی وضاحت کی ہے، نیز ان کی تاریخ ولادت، وفات اور مناقب کی وضاحت کی بھی کوشش کی ہے تا کہ ان کے مقام و مرتبہ کا درست تعین ہو سکے، نیز اگر کسی فقہی مسئلے، حدیث یا لفظ کی وضاحت میں کوئی ایسا مقام آیا جس جگہ کسی شخصیت کے ذکر کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس کا ذکر کیا اور جب کسی دوسری جگہ اس شخصیت کا دوبارہ ذکر ہوا تو اس بات کی وضاحت کر دی کہ پہلے کس جگہ اس کا ذکر ہو چکا ہے۔[۱۱۲]

امام النووی نے **المجموع** کے مقدمے میں اس ترتیب کا بھی ذکر کیا ہے جس کو انھوں **شرح المهذب** میں ملحوظ خاطر رکھا۔

امام النووی نے **شرح المهذب** کی تحریر کے دوران میں اپنے منہج میں کچھ تبدیلیاں بھی کیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلے وضاحت و شرح میں زیادہ تفصیل کو بیان کرنے کی کوشش کی، اگرچہ اس میں کسی جگہ تکرار بھی آ گئی، لیکن بعد میں مجھے خیال آیا کہ شاید یہ طریقہ مطالعہ میں مناسب نہ ہو، چناں چہ بعد میں میں نے اس طریقے کو چھوڑ کر درمیانی راہ اختیار کی۔ مباحث کو نہ تو زیادہ طول دیا اور نہ ہی ان کو زیادہ مختصر کیا۔[۱۱۳]

مختصر یہ کہ **المجموع** فقہ اسلامی کے دوائر المعارف میں سے ایک ہے۔ اس عظیم الشان کام کی خوبی یہ ہے کہ اس میں دقیق اسلامی علمی منہج کی پیروی کی گئی ہے، چناں چہ **المهذب** میں موجود احادیث الاحکام کی تخریج کی گئی ہے، آیات قرآنی کی تشریح کی گئی ہے، فقہا کے اقوال کو مسائل کے ضمن میں واضح کرتے ہوئے ان میں ترجیح قائم کی گئی ہے، اسی طرح علل احادیث اور احادیث کے درجات کو بھی بیان کیا گیا ہے، راویوں کے حالات زندگی شامل کیے گئے ہیں، غریب القرآن اور غریب الحدیث الفاظ کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ لغوی مفردات کی وضاحت بھی **المجموع** کا حصہ ہے۔ ان خصائص کی بنا پر **المجموع** قرآنی آیات اور احادیث رسول ﷺ کی فقہی تفسیر، لغوی مباحث، راویوں اور محدثین کے حالات زندگی اور فقہی احکام کے استنباط کا مجموعہ ہے۔

۱۱۲۔ النووی، مصدرِ سابق، ۱: ۲۷۔

۱۱۳۔ النووی، مصدرِ سابق، ۱: ۲۸۔

نتیجۂ مقالہ

زیر نظر مقالے میں فقہ شافعی کے اہم مصدر **المجموع شرح المهذب** کے منہج کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مقالے میں پیش کردہ مواد اور آرا کے تجزیے سے بات سامنے آتی ہے کہ امام النووی نے **المجموع** میں ایک منفرد مگر معروف و متداول اسلوب تحقیق کو اس طرح استعمال کیا کہ وہ ایک نمونہ بن گیا۔ انھوں نے سلف صالحین کے اسالیب میں اضافے اور ترامیم کر کے انھیں ایک ایسے نئے، دل نشین علمی اور فقہی منہج میں پیش کیا جو کئی صدیوں تک علما اور فقہا کے لیے قابل تقلید مثال کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اگر معاصر اصول تحقیق کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے امام النووی نے **المهذب** کا تنقیدی جائزہ لیا۔ اس کی خامیوں کی نہ صرف نشان دہی کی بلکہ فقہ شافعی کے اس مصدر کو مفید بنانے کے لیے اضافے بھی کیے ہیں۔ امام النووی کے اختیار کردہ اسلوب کی وجہ سے **المهذب** کے غموض ختم ہوئے اور اس کی ادھوری معلومات مکمل ہوئیں۔ امام النووی کا یہ منہج اگر آج مصادر فقہ پر تحقیق کے لیے اختیار کیا جائے تو عصر حاضر میں فقہ اسلامی کے بنیادی مصادر سے زیادہ بہتر استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ عصر حاضر میں علوم شرعیہ میں تحقیق کرنے والے محققین کے لیے مناسب اسلوب تحقیق کا اختیار کرنا بہت اہم مسئلہ ہے۔ کچھ محققین معاصر اسلامی تحقیق کے لیے نہ صرف معاصر موضوعات کو ضروری قرار دیتے ہیں بلکہ کلاسیکل اسلامی اصول تحقیق کی جگہ مغربی اصول تحقیق کو اختیار کرنے کی تجویز دیتے ہیں۔ امام النووی جیسی شخصیت کے مناہج تحقیق کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ یہ اسلامی اصول تحقیق صدیوں تک غیر جانب دار علمی تحقیق کے لیے متداول رہے ہیں اور ان کے استعمال سے ہونے والی تحقیق مستند اور قابل عمل نتائج پر منتج ہوئی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مستند اسلامی اصول تحقیق کا معاصر ضروریات کی روشنی میں مطالعہ کیا جائے اور حتی المقدور کوشش کی جائے کہ علوم اسلامیہ کی تحقیق میں انھی اصولوں سے استفادہ کیا جائے۔ معاصر مغربی سماجی علوم کے اصول تحقیق کو صرف ناگزیر صورت حال ہی استعمال کیا جانا چاہیے اور یہ استعمال بھی امام النووی کے **المجموع** میں اختیار کردہ مناہج جیسے مناہج کی زیرِ نگرانی ہی ہونا چاہیے۔